جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ
القران الکریم ۲:۲۵۸

نبوت۔ فتح ۱۳۹۷ ہش
نومبر۔ دسمبر ۲۰۱۸ء

النور

پیشگوئیِ مصلحِ موعود

Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ البقرہ ۲۵۸

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

النور

ریاستہائے متحدہ امریکہ Al-Nur

جلد ۳۹ نبوت، فتح ۱۳۹۷ ہش ــــ نومبر۔ دسمبر ۲۰۱۸ ــــ ربیع الاول، ربیع الآخر، ۱۴۴۰ ہجری شمارہ ۱۱۔۱۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا

(سورۃ النساء ۴:۱۳۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اُس کتاب پر بھی جو اُس نے اپنے رسول پر اُتاری ہے اور اُس کتاب پر بھی جو اُس نے پہلے اُتاری تھی۔ اور جو اللہ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور یومِ آخر کا تو یقیناً وہ بہت ہی دُور کی گمراہی میں بھٹک چکا ہے۔

وَاٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۔۔۔

(سورۃ البقرۃ ۲:۴۲)

اور اس پر ایمان لے آؤ جو میں نے اُس کی تصدیق کرتے ہوئے اُتارا ہے جو تمہارے پاس ہے اور اس کا انکار کرنے میں پہل نہ کرو۔۔۔

(۷۰۰ احکامِ خداوندی صفحہ ۱۰۵، ۱۰۷)

نگران: ڈاکٹر مرزا مغفور احمد امیر جماعت احمدیہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا، سید شمشاد احمد ناصر

مدیر: سید ساجد احمد

معاون مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

ادارتی معاونین: امۃ الباری ناصر، احمد مبارک، صاحبزادہ جمیل لطیف، صادق باجوہ، محمد صفی اللہ خان، امتیاز راجیکی

لکھنے کا پتہ:

Al-Nur@ahmadiyya.us

Editor Al-Nur, 15000 Good Hope Road

Silver Spring, MD 20905

اِس شمارے میں

✪

انفاق فی سبیل اللہ

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۞ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ أَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ أَذًى ۙ لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ أَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۞

(سورۃ البقرۃ: ۲۶۲-۲۶۴)

جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن (کے اس فعل) کی حالت اُس دانہ کی حالت کے مشابہ ہے جو سات بالیں اُگائے (اور) ہر بالی میں سو ۱۰۰ دانہ ہو۔ اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (اس سے بھی) بڑھا (بڑھا کر) دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت دینے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر خرچ کرنے کے بعد نہ کسی رنگ میں احسان جتاتے ہیں اور نہ کسی قسم کی تکلیف دیتے ہیں اُن کے ربّ کے پاس اُن (کے اعمال) کا بدلہ (محفوظ) ہے۔ اور نہ تو انہیں کسی قسم کا خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ اچھی بات (کہنا) اور (قصور) معاف کرنا اُس صدقہ سے بہتر ہے۔ جس کے پیچھے ایذا رسانی (شروع) ہو (جائے) اور اللہ بے نیاز (اور) بُردبار ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

"۔۔۔وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ کہہ کر بتایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انعام دینے میں بُخل تو تب ہو جبکہ خدا تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کی کمی ہو۔ مگر وہ تو بڑی وسعت والا اور بڑی فراخی والا ہے اور پھر وہ علیم بھی ہے۔ جانتا ہے کہ وہ شخص کس قدر انعام کا مستحق ہے۔ اگر کوئی شخص کروڑوں گنا انعام کا بھی مستحق ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے یہ انعام دینے کی قدرت رکھتا ہے دنیا میں ہم روزانہ یہ نظارہ دیکھتے ہیں کہ زمیندار زمین میں ایک دانہ ڈالتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُسے سات سو دانے بنا کر واپس دیتا ہے۔ پھر جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرے گا کیسے ممکن ہے کہ اُس کا خرچ کیا ہوا مال ضائع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے مال کا کم از کم سات سو گنا بدلہ ضرور ملتا ہے۔ اس سے زیادہ کی کوئی حد بندی نہیں۔ اگر انتہائی حد مقرر کر دی جاتی تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو محدود ماننا پڑتا۔ جو خدا تعالیٰ میں ایک نقص ہوتا اسی لئے فرمایا کہ تم خدا کی راہ میں ایک دانہ خرچ کرو گے تو کم از کم سات سو گنا بدلہ ملے گا۔ اور زیادہ کی کوئی انتہا نہیں اور نہ اُس کے انواع کی کوئی انتہا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو انجیل میں صرف اتنا فرمایا تھا کہ

"اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں"(متی باب۶ آیت ۲۰)

لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے خزانہ میں اپنا مال جمع کرو گے تو یہی نہیں کہ اُسے کوئی چرائے گا نہیں بلکہ تمہیں کم از کم ایک کے بدلہ میں سات سو انعام ملیں گے۔ اور اس سے زیادہ کی کوئی حد بندی نہیں۔ پھر حضرت مسیحؑ کہتے ہیں۔ وہاں غلّہ کو کوئی کیڑا نہیں کھا سکتا۔ مگر قرآن کریم کہتا ہے کہ وہ صرف کیڑے سے ہی محفوظ نہیں رہتا بلکہ ایک سے سات سو گنا ہو کر واپس ملتا ہے۔ بیشک اللہ تعالےٰ کسی انسان کی مدد کا محتاج نہیں مگر وہ اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے اگر کسی کام کے کرنے کا انہیں موقع دیتا ہے تو اس لئے کہ وہ اُن کے مدارج کو بلند کرنا چاہتا ہے چنانچہ جب اللہ تعالےٰ اپنے کسی نبی کو دُنیا میں بھیجتا ہے تو اُسے نئے سرے سے ایک جماعت قائم کرنی پڑتی ہے۔ مگر اس کی ابتداء ایسی ہوتی ہے کہ دنیا اُسے دیکھ کر یہ خیال بھی نہیں کر سکتی کہ وہ کامیاب ہو جائے گا لیکن خدا تعالےٰ اس کے ذریعے دنیا کے نظام کو بدل دیتا ہے۔

اُس وقت دنیا کو معلوم ہوتا ہے کہ ایک زندہ خدا موجود ہے، جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ ایسے انبیاء کے زمانہ میں ان کی قوموں اور اُمتوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ دین کی خدمت کریں۔ چونکہ وہ وقت ایک نئی دنیا کی تعمیر کا ہوتا ہے اس لئے لوگوں کو قربانیوں کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ اور وہی وقت ثواب کے حصول کا ہوتا ہے۔۔۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک مقام پر اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالےٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو۔ بلکہ اُس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے۔۔۔ اگر تم اس قدر خدمت بجالاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائدادوں کو اس راہ میں بیچ دو پھر بھی ادب سے دُور ہو گا کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے۔۔۔ یہ تمام خیالات ادب سے دُور ہیں اور جس قدر بے ادب جلد تر ہلاک ہو جاتا ہے ایسا جلد کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔"
(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۵۵۔۵۶)

۔۔۔لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ میں یہ خوشخبری دی کہ ایسے لوگ جو خالصةً لوجہ اللہ قربانیاں کریں گے وہ اپنے اس اعلیٰ کردار کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی خاص حفاظت میں آجائیں گے اور انہیں اپنے ماضی کی طرف سے بھی سکون قلب عطا کیا جائے گا اور اُن کا مستقبل بھی نہایت شاندار ہو گا۔

اس نصیحت کے بعد کہ خواہ کوئی دین کے لئے چندہ دے یا اُن لوگوں کے لئے مالی قربانی کرے جو دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرتے اور ہجرت کر کے مرکز میں آجاتے ہیں۔ یا غرباء کی اعانت کے لئے مال خرچ کرے۔ اُسے یہ نہیں چاہیئے کہ وہ انہیں طعنہ دے کہ تم ہمارے چندوں پر پلتے ہو۔ اور اس طرح اُن کو اذیّت پہنچانے کا موجب بنے یا یہ کہے کہ ہم نے تم سے فلاں وقت یہ سلوک کیا تھا۔ اور اُن پر احسان جتانے لگ جائے۔ اب بتاتا ہے کہ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ انسان اپنے مُنہ سے کوئی کلمۂ خیر ہی کہہ دیا کرے۔ مثلاً کوئی سائل آیا تو اُس سے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ضرورت کو پورا کرے اور آپ کے لئے اپنے فضل کے دروازے کھولے۔ اس طرح نرمی اور محبت کے ساتھ سائل کو ٹلا دے۔ اور اُس کے ساتھ پوری غمخواری اور اظہار ہمدردی کرے۔

اور مغفرت کا لفظ استعمال کر کے اس طرف توجہ دلائی کہ تم سے اگر کوئی شخص مدد مانگتا ہے۔ یا اپنی کوئی حاجت تمہارے سامنے پیش کرتا ہے تو تمہارا فرض ہے کہ تم پردہ پوشی سے کام لو۔ یہ نہ ہو کہ جگہ جگہ اس کی مالی کمزوری اور احتیاج کا ذکر کرتے پھرو۔ اسی طرح اس آیت کے یہ بھی معنے ہیں کہ امر بالمعروف یا عبادتِ لسانی یا دُعا کر دینا اور لوگوں کے گناہ معاف کر دینا اس صدقہ سے زیادہ بہتر ہیں جس کے بعد ایذا رسانی کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ یعنی ایسی نیکیاں بجالانا جو جسمانی یا عقلی ہیں تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ تم ایصالِ خیر کی طرف قدم بڑھاؤ مگر نہ کر سکو۔۔۔"

(تفسیر کبیر جلد ۲، صفحات ۶۰۳ تا ۶۰۸)

انفاق فی سبیل اللہ جود وسخا

عَنْ أَنَس رَضي الله عنه قَالَ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَآءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّآءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ' جَاءَ أَبُوْ طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَ عَلَيْكَ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِيْ إِلَيَّ بَيْرُحَآءُ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتُ وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ" فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ !فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهٖ، وَبَنِيْ عَمِّهٖ.

(بخاری کتاب التفسیر باب لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ انصاری مدینہ کے انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ ان کے کھجوروں کے باغات تھے جن میں سے سب سے زیادہ عمدہ باغ بیر حآنامی تھا جو حضرت طلحہؓ کو بہت پسند تھا اور مسجد (نبویؐ) کے سامنے بالکل قریب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم اس باغ میں جاتے اور اس کا میٹھا اور عمدہ پانی پیتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جب تک تم اپنے پسندیدہ مال میں سے خرچ نہیں کرتے نیکی کو نہیں پاسکتے۔ تو حضرت ابو طلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یارسول اللہ! آپؐ پر اس مضمون کی آیت نازل ہوئی ہے اور میری سب سے پیاری جائیداد بیر حآ کا باغ ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس نیکی کو قبول کرے گا اور میرے آخرت کے ذخیرہ میں شامل کرے گا۔ حضورؐ اپنی مرضی کے مطابق اس کو اپنے مَصرف میں لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واہ واہ! بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ مال ہے، بڑا نفع مند ہے اور جو تُو نے کہا ہے وہ بھی میں نے سُن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ چنانچہ ابو طلحہؓ نے وہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچیرے بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ ۔ (ترجمہ از حدیقة الصالحین)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ : أَبْرَصَ ، وَأَقْرَعَ، وَأَعْمٰى فَأَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا فَأَتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِيْ قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَناً وَجِلْدًا حَسَنًا . فَقَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: اَلْإِبِلُ-أَوْ قَالَ الْبَقَرُ-شَكَّ الرَّاوِيْ، فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَآءَ فَقَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا .

فَأَتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّيْ هٰذَا الَّذِيْ قَذِرَنِي النَّاسُ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا۔ قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: اَلْبَقَرُ ، فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا ، قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا .

فَأَتَى الْأَعْمٰى فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: أَنْ يَّرُدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِيْ فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ ، فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ . قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: اَلْغَنَمُ ، فَأُعْطِيَ شَاةً وَّالِدًا . فَأُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا ، فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْإِبِلِ ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ .

ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ ، فَقَالَ : رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِيْ أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ ، وَالْمَالَ ، بَعِيْرًا أَتَبَلَّغُ بِهٖ فِيْ سَفَرِيْ ، فَقَالَ: اَلْحُقُوْقُ كَثِيْرَةٌ . فَقَالَ : كَأَنِّيْ أَعْرِفُكَ ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيْرًا ، فَأَعْطَاكَ اللّٰهُ ؟ ! فَقَالَ لَهٗ : إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ ، فَقَالَ : إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلٰى مَا كُنْتَ .

وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِيْ صُوْرَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ هٰذَا، فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلَى مَا كُنْتَ.

وَأَتَى الْأَعْمٰى فِيْ صُوْرَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ وَّابْنُ سَبِيْلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ، فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ؟ فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِيْ، وَفَقِيْرًا فَقَدْ أَغْنَانِيْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ، فَوَاللّٰهِ مَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ: أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ، فَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ، وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب حدیث ابرص ۔۔۔ و مسلم کتاب الزہد)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ ایک کوڑھی، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کے لئے ان کے پاس انسانی شکل میں ایک فرشتہ بھیجا۔ پہلے وہ کوڑھی کے پاس آیا اور اسے کہا تجھے کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا خوبصورت رنگ، خوبصورت جلد، میری وہ بدصورتی جاتی رہے جس کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے گھِن آتی ہے اس فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بیماری جاتی رہی اور خوبصورت رنگ اس کو مل گیا۔ پھر فرشتے نے کہا کون سا مال تجھے پسند ہے؟ اس نے اونٹ یا گائے کا نام لیا۔ اسے اعلیٰ درجہ کی دس ماہہ حاملہ اونٹنیاں دے دی گئیں۔ فرشتے نے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے مال میں برکت دے پھر وہ گنجے کے پاس گیا اور اسے کہا کون سی چیز تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا۔ خوبصورت بال ملیں اور گنجے پن کی بیماری چلی جائے جس کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے گھِن آتی ہے۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی اور خوبصورت بال اس کے اُگ آئے۔ پھر فرشتے نے کہا کون سا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا۔ گائیں۔ فرشتے نے اس کو گابھن گائیں دے دیں اور دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت دے۔ پھر وہ اندھے کے پاس گیا اور کہا کہ تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری نظر کو لوٹا دے تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو نظر واپس دے دی۔ پھر فرشتے نے پوچھا کون سا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا بکریاں۔ چنانچہ خوب بچے دینے والی بکریاں اسے دے دی گئیں۔ پس اونٹ، گائیں اور بکریاں خوب پھلی پھولیں۔ اونٹوں کی قطاروں، گائیوں کے گلوں اور بکریوں کے ریوڑوں سے وادیاں بھر گئیں۔ کچھ مدّت کے بعد پھر فرشتہ کوڑھی کے پاس غریبانہ شکل و صورت میں آیا اور کہا میں غریب آدمی ہوں۔ میرے تمام ذرائع ختم ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی مدد کے سوا آج میرا کوئی وسیلہ نہیں جس سے میں منزلِ مقصود تک پہنچ سکوں، میں اس خدا تعالےٰ کا واسطہ دے کر تجھ سے ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے خوبصورت رنگ دیا، ملائم جلد دی اور بے شمار مال عنایت کیا۔ اس پر اس نے کہا مجھ پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں، میں ہر ایک کو کس طرح دے سکتا ہوں۔ انسان نما فرشتہ نے کہا۔ تو وہی کوڑھی غریب اور محتاج نہیں ہے۔ جس سے لوگوں کو گھن آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے صحت عطا فرمائی اور مال دیا۔ اس پر وہ بولا تم کیسی باتیں کرتے ہو؟ مال تو مجھے آباؤاجداد سے ورثہ میں ملا ہے یعنی میں خاندانی امیر ہوں۔ اس پر فرشتہ نے کہا اگر تُو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔ پھر وہ گنجے کے پاس آیا اور اس کو بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا اس نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا اس پر فرشتہ نے کہا اگر تُو جھوٹ بول رہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تُو پہلے تھا۔ پھر وہ فرشتہ اسی ہیئت اور صورت میں اندھے کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہا میں غریب مسافر ہوں۔ سفر کے ذرائع ختم ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا منزلِ مقصود تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ نہیں پاتا تجھ سے میں اس خدا کا واسطہ دے کر مانگتا ہوں جس نے تجھے تیری نظر واپس دے دی اور تجھے مال و دولت سے نوازا۔ اس آدمی نے کہا بے شک میں اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نظر عطا کی۔ غریب تھا اس نے مال دیا۔ جتنا چاہو اس مال میں سے لے لو اور جتنا چاہو چھوڑ دو۔ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قسم آج جو کچھ بھی تم لو اس میں سے کسی قسم کی تکلیف اور تنگی محسوس نہیں کروں گا۔ اس پر اس انسان نما فرشتہ نے کہا اپنا مال اپنے پاس رکھ۔ یہ تو تمہاری آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے خوش ہے اور تیرے دوسرے ساتھیوں سے ناراض ہے۔ تو اس کی رحمت کا مستحق اور وہ اس کے غضب کے مورد بن گئے۔ (ترجمہ از حدیقۃ الصالحین)

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہم تمام لوگ خدا کی اسی قدرت سے ہی زندہ ہیں۔۔۔

۔۔۔ایک کنک کا دانہ بویا جاتا ہے پھر اس میں سے سبزہ نکلتا ہے اور ٹہنیاں پیدا ہوتی ہیں اور خوشہ لگتا ہے اور ایک دانہ سے کئی دانہ ہو جاتے ہیں کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اتنی چیزیں صرف ایک دانہ سے کیونکر پیدا ہو جاتی ہیں اگر صرف ہست سے ہست مانا جائے تو ایک دانہ کے عوض میں صرف بقدر ایک دانہ پیدا ہونا چاہئے باقی سب نیست سے ہست قبول کرنے پڑتے ہیں۔ ایسا ہی اگر آم کا ایک پھل زمین میں بویا جاوے تو اس سے ایک بڑا درخت آہستہ آہستہ پیدا ہوتا ہے اور بہت سی شاخیں نکالتا ہے اور پھول لاتا ہے اور آخر ہزاروں آم اُس پر لگتے ہیں کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیا ماجرا ہے آم جو بویا گیا وہ تو صرف ایک تھا پس یہ انبار لکڑیوں اور پتوں اور پھولوں کا کہاں سے پیدا ہو گیا۔ کیا اگر یہ نیستی سے ہستی نہیں تو اور کیا ہے؟ پس سچ تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اناج اور پھلوں کے پیدا کرنے میں نیستی سے ہستی نہ کرتا اور ایک دانہ کے عوض میں صرف ایک دانہ پیدا ہوتا تو تھوڑے ہی دنوں میں سب لوگ مر جاتے۔ عقلی طور پر تو صرف یہ ماننا پڑتا ہے کہ ایک دانہ کی جگہ صرف ایک ہی دانہ پیدا ہو باقی جو کچھ خدا تعالیٰ پیدا کر کے دکھاتا ہے وہ سب عقل سے برتر اور نیستی سے ہستی ہے مگر افسوس ان کا فر نعمت لوگوں پر جو ہمیشہ نیستی سے ہستی دیکھتے ہیں اور وہی اناج اور پھل جو نیست سے ہست ہوتے ہیں ان کو کھا کر وہ زندہ رہتے ہیں لیکن پھر وہ سب کچھ دیکھ کر بھی خدا کی قدرتوں سے منکر ہو جاتے ہیں اور اعتراض شروع کر دیتے ہیں کہ خدا نیست سے کیونکر ہست کر دیتا ہے اور منہ سے کہتے ہیں کہ خدا سرب شکتی مان اور قادر ہے مگر دراصل وہ اُس کو قادر نہیں سمجھتے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب تک خدا اپنی قدرتیں نہ دکھلاوے اس کا قادر ہونا کیونکر ثابت ہو اور اگر انسانی قدرت کی حد تک ہی اُس کی قدرتیں ہوں تو اس میں اور انسان میں فرق کیا ہوا؟ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ ایک جگہ مثال کے طور پر فرماتا ہے۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ ۔۔۔(سورۃ البقرۃ:۲۶۲)

یعنی خدا کی راہ میں جو لوگ مال خرچ کرتے ہیں اُن کے مالوں میں خدا اس طرح برکت دیتا ہے کہ جیسے ایک دانہ جب بویا جاتا ہے تو گو وہ ایک ہی ہوتا ہے مگر خدا اس میں سے سات ۷ خوشے نکال سکتا ہے اور ہر ایک خوشہ میں سو ۱۰۰ دانے پیدا کر سکتا ہے یعنی اصل چیز سے زیادہ کر دینا یہ خدا کی قدرت میں داخل ہے اور درحقیقت ہم تمام لوگ خدا کی اسی قدرت سے ہی زندہ ہیں اور اگر خدا اپنی طرف سے کسی چیز کو زیادہ کرنے پر قادر نہ ہوتا تو تمام دنیا ہلاک ہو جاتی اور ایک جاندار بھی روئے زمین پر باقی نہ رہتا۔ پس خدا کی اسی قدرت نے جو نیست سے ہست کرنا ہے تمام دنیا کو بچا رکھا ہے انسان کی سخت بدذاتی ہے جو اس کو اپنی قدرت نمائی میں عاجز سمجھے اور اس کو نیست سے ہست کرنے پر قادر خیال نہ کرے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی ایجادیں بھی بعض ایسے کام دکھاتی ہیں کہ گویا نیست سے ہست کرتی ہیں مثلاً فونوگراف میں جو آواز بند کی جاتی ہے اور وہ اُس انسان کے ٹھیک ٹھیک لہجہ پر جس کی آواز بند کی گئی ہے نکلتی ہے کیا اس ایجاد سے پہلے کسی کو سمجھ آ سکتا تھا کہ آواز میں یہ بھی خاصیت ہے کہ وہ خاص قسم کے ظروف میں بند ہو سکتی ہے اور پھر اصل آواز کی طرح پیدا ہو کر سنائی دیتی ہے اور سالہا سال اور مدتہائے دراز تک بند رہ سکتی ہے اور پھر جب اُس آواز کا سنانا منظور ہو تو ایسے طور سے نکلتی ہے کہ گویا وہ انسان جس کی آواز بند کی گئی ہے بول رہا ہے کیا یہ نیست سے ہست نہیں۔۔۔"

(روحانی خزائن جلد ۲۳ چشمۂ معرفت، صفحات ۱۶۹ تا ۱۷۱)

آجکل ان دنوں میں جہاں جہاں بھی جماعتیں قائم ہیں پیشگوئی مصلح موعود کی مناسبت سے یوم مصلح موعود کے جلسے منعقد کئے جارہے ہیں۔20رفروری کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر ایک بیٹے کی پیدائش کی خبر دی تھی جس کی مختلف خصوصیات بیان کی گئی تھیں۔اس بارے میں اشتہار شائع فرمایا تھا۔یہ اشتہار 20رفروری 1886ء کو شائع ہوا۔اور جیسا کہ مَیں نے کہا اس مناسبت سے جہاں ممکن ہے وہاں 20رفروری کو یوم مصلح موعود منایا جاتا ہے اور جہاں اس تاریخ کو سہولت میسر نہ ہو وہاں تاریخیں آگے پیچھے کر لی جاتی ہیں۔یوم مصلح موعود کا منایا جانا اور اس کے حوالے سے جلسے منعقد کرنا اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم پیشگوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کی پیدائش کی وجہ سے۔

پیشگوئی مصلح موعود کا تذکرہ اور اس پیشگوئی کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر بزرگان کی روایات کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی اس کے مصداق ہیں۔

خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اعلان فرمایا۔

اس پیشگوئی میں مصلح موعود کی جن علامات کا ذکر ہے وہ آپ کے وجود میں بڑی شان سے پوری ہوئیں۔

اس پہلو سے اپنوں اور غیروں کے بعض اعترافات کا بیان

ان جلسوں میں جو آجکل ہو رہے ہیں پیشگوئی کا ذکر اور آپ کے کارہائے نمایاں کی باتیں سن کر جہاں ہمیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات کے بڑھتے چلے جانے کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں وہاں اپنی حالتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ احمدیت کی ترقی کے لئے ایک عزم کے ساتھ ہر فرد جماعت کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو نکھارنا اور استعمال کرنا ضروری ہے۔اگر ہم یہ کریں گے تو ہم احمدیت کی ترقی کو اپنی زندگیوں میں پہلے سے بڑھ کر پورا ہوتے دیکھیں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23رفروری 2018ء بمطابق 23رتبلیغ 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آجکل ان دنوں میں جہاں جہاں بھی جماعتیں قائم ہیں پیشگوئی مصلح موعود کی مناسبت سے یوم مصلح موعود کے جلسے منعقد کئے جا رہے ہیں۔ 20رفروری کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر ایک بیٹے کی پیدائش کی خبر دی تھی جس کی مختلف خصوصیات بیان کی گئی تھیں۔ اس بارے میں اشتہار شائع فرمایا تھا۔ یہ اشتہار 20رفروری 1886ء کو شائع ہوا۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا اس مناسبت سے جہاں ممکن ہے وہاں 20رفروری کو یوم مصلح موعود منایا جاتا ہے اور جہاں اس تاریخ کو سہولت میسر نہ ہو وہاں تاریخیں آگے پیچھے کر لی جاتی ہیں۔

یوم مصلح موعود کا منایا جانا اور اس کے حوالے سے جلسے منعقد کرنا اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم پیشگوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کی پیدائش کی وجہ سے۔ یہ وضاحت مَیں نے اس لئے کی ہے کہ بعض لوگ اور یہاں کی نئی نسل، نوجوان یا کم علم یہ سوال کرتے ہیں کہ یوم مصلح موعود جب مناتے ہیں تو پھر باقی خلفاء کے یوم پیدائش کیوں نہیں مناتے۔ ایک تو یہ بات واضح ہو کہ یہ دن حضرت مصلح موعود کی پیدائش کا دن نہیں ہے۔ آپ کی پیدائش تو 1889ء میں 12رجنوری کو ہوئی تھی۔

پس اس وضاحت کے بعد آج مَیں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے بات کروں گا۔ سب سے پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں اس پیشگوئی کے الفاظ پیش کروں گا اور پھر یہ بھی کہ آپ کی تحریروں سے یہ بات بھی ثابت ہے اور آپ کا یہ خیال تھا کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی تھے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا بھی یہی خیال تھا۔ بعض دوسرے بزرگان کا بھی یہ خیال تھا کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ہی ہیں۔ اسی طرح جیسا کہ مَیں نے کہا اس کی مختلف خصوصیات تھیں، علامتیں تھیں اور یہ علامتیں جس طرح پوری ہوئیں اور اپنوں اور غیروں نے جس طرح ذکر کیا اور انہوں نے محسوس کیا اس کی بعض مثالیں مَیں پیش کروں گا۔

سب سے پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اس پیشگوئی کے الفاظ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

’’پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے آج 20/فروری 1886ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاول ہے برعایت ایجاز واختصار کلمات الہامیہ نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصّل رسالہ میں درج ہوگی۔‘‘ (یعنی بعد میں۔) ’’انشاء اللہ تعالیٰ‘‘۔فرمایا کہ ’’پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اِعلامہٖ عزّوجلّ خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ وعزّ اِسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔اے مظفر تجھ پر سلام۔خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔‘‘ (یعنی اللہ تعالیٰ قادر ہے) ’’اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں۔اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک (لڑکا) تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تُخم سے تیری ہی ذرّیت ونسل ہوگا‘‘۔(یعنی آپ کی جسمانی اولاد ہوگی۔اور آپ کی نہ صرف جسمانی اولاد ہوگی بلکہ آپ ہی کی اولاد ہوگی) فرمایا کہ ’’خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اس کا نام عنمو ائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔اور وہ رِجس سے پاک ہے۔وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے۔کیونکہ خدا کی رحمت وغیّوری نے اسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔اور وہ

تین کو چار کرنے والا ہوگا...... دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند ۔گرامی ارجمند۔ **مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَا۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ**۔جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا اور اَسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔**وَ كَانَ اَمْرًا مَقْضِيًّا**۔''(آئینہ کمالات اسلام،روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

تو یہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے وہ الفاظ تھے۔

پھر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کے بارے میں اس پیشگوئی کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں کہ

''ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہوگیا تو نادان مولویوں اور ان کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی اور بار بار ان کو کہا گیا کہ 20رفروری 1886ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خوردسالی میں فوت ہوجاتا۔تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔'' آپ فرماتے ہیں ''وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے۔''(اب یہ اعلان آپ ستمبر 1888ء میں فرما رہے ہیں کہ اگرچہ وہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے)'' پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں''۔فرمایا کہ ''یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے''۔(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 374-373)

پہلے جو مَیں نے بتایا تھا وہ پہلے کی ایک تحریر ہے۔پھر بعد میں آگے ''حقیقۃ الوحی'' میں آپ نے جو لکھا ہے وہ مَیں نے بیان کیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بارے میں اَور بھی حوالے ہیں۔لیکن مزید حوالوں کی بجائے اب مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا آپ کے مقام کے بارے میں کیا خیال تھا، اس بارے

میں ایک روایت پیش کرتا ہوں۔

پیر منظور محمد صاحب بیان کرتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات سے چھ ماہ قبل حضرت پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آج حضرت اقدس علیہ السلام کے اشتہارات پڑھ کر پتا مل گیا کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں۔(یعنی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد۔)اس پر حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا۔ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں''۔پیر صاحب موصوف نے یہی الفاظ لکھ کر تصدیق کے لئے پیش کئے تو حضرت خلیفہ اوّل نے اس پر تحریر فرمایا۔''یہ لفظ مَیں نے برادرم پیر منظور محمد سے کہے ہیں''۔(اور پھر دستخط فرمائے۔)''نورالدین 10ر ستمبر 1913ء۔''

آپ فرماتے ہیں کہ 11ر ستمبر 1913ء کی شام کے بعد (اوپر والے واقعہ کے اگلے روز جو بیان کیا گیا ہے)حضرت خلیفۃ المسیح گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے مَیں پاؤں سہلانے لگ گیا۔تھوڑی دیر کے بعد بغیر کسی گفتگو اور تذکرے کے خود بخود فرمایا۔''(یعنی حضرت خلیفہ اول نے کہ)''ابھی یہ مضمون شائع نہ کرنا۔'' (یعنی یہ بات کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔)''جب مخالفت ہو اس وقت شائع کرنا۔''　(پسر موعود صفحہ 27۔ماہنامہ خالد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نمبر۔جون، جولائی 2008ء صفحہ 75-76)

ایک بزرگ مکرم غلام حسین صاحب نمبردار محلہ اراضی یعقوب شہر سیالکوٹ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو آپ کے مصلح موعود ہونے کے اعلان کے بعد لکھا کہ :''میرے پیارے پیشوا، ہادی و رہنما حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز.......۔اخبار الفضل 30ر جنوری پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔الحمد للہ کہ میری رؤیا کو بھی خدا تعالیٰ نے سچا کر دکھایا ہے۔'' لکھتے ہیں کہ ''حضور کو معلوم ہوگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی زندگی میں خاکسار نے دفتر الفضل میں بموجودگی شادی خان صاحب مرحوم سیالکوٹی حضور کو مبارکباد دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رؤیا میں دکھلایا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بعد آپ خلیفہ ہوں گے اور کامیاب ہوں گے اور آپ پر وحی بھی نازل ہوگی۔یہ رؤیا میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو بھی سنایا تھا اور حضور نے بہت ہی خوش ہو کر تصدیق کی تھی اور فرمایا تھا کہ اسی لئے اس کی سخت مخالفت شروع ہوگئی ہے۔سید حامد شاہ صاحب مرحوم کو بھی یہ رؤیا سنایا تھا۔الحمد للہ کہ حضور نے خود بھی مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا

ہے''۔(کیونکہ حضرت مصلح موعود نے یہ اعلان 1944ء میں کیا تھا۔) کہتے ہیں کہ ''ورنہ مجھ کو تو حضرت خلیفۃ المسیح اول کی زندگی میں ہی آپ کے خلیفۃ اللہ اور مصلح موعود ہونے کا حق الیقین ہو گیا تھا۔'' (الفضل قادیان جلد 32 نمبر 44 مورخہ 20 فروری 1944ء صفحہ 19)

اسی طرح ایک اور بزرگ مکرم صوفی مطیع الرحمن صاحب بنگالی، حضرت مصلح موعود کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔(مصلح موعود کا جو اعلان ہوا تھا اس کے بعد یہ انہوں نے لکھا تھا) کہ ''مَیں اپنا ایک خواب بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ رؤیا میں نے تیس یا چوبیس سال پہلے دیکھا تھا۔ ایک دفعہ پہلے بھی حضور پُرنور کی خدمت میں لکھ چکا ہوں۔ اب حضور اقدس کے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کرنے پر مجھے اس بات پر یقین ہو گیا کہ یہ رؤیا اس پیشگوئی کے متعلق ہے۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ عید کا جلسہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک نہایت ہی بلند مقام پر کھڑے ہو کر سبز چوغہ زیب تن کئے خطبہ فرما رہے ہیں۔ خطبہ ختم ہونے پر جب میں مصافحہ کے لئے بڑھا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں بلکہ حضور انور ہیں۔'' (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ہیں۔) ''یہ خواب مَیں نے اپنے مکرم کپتان ڈاکٹر بدر الدین صاحب اور اپنے بھائی جناب مولوی ظلّ الرحمن صاحب مبلغ بنگال کی خدمت میں بیان کیا۔ مولوی ظلّ الرحمن صاحب نے بتایا کہ تم کو حضرت امیر المؤمنین کے متعلق پیشگوئی کہ ''حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا'' دکھائی گئی۔'' (الفضل قادیان جلد 32 نمبر 199 مورخہ 25 اگست 1944ء صفحہ 2)۔(پیشگوئی کے الفاظ یہ بھی ہیں کہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔)

اسی طرح حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی کا بیان ہے کہ ''ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہیں۔ اور ہم نے آپ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ مَیں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔'' (الحکم 28 دسمبر 1939ء۔ ماہنامہ خالد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نمبر۔ جون، جولائی 2008ء صفحہ 38)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب تک اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا آپ نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور جب آپ کو واضح طور پر اعلان کرنے کا اِذن دیا گیا تب آپ نے اعلان کیا۔ اُس وقت آپ نے یہ فرمایا کہ: ''اس میں شبہ نہیں کہ اس موعود فرزند کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو علامات بیان فرمائی ہیں ان میں سے کئی ایک کے پورا ہونے کی وجہ سے ہماری جماعت کے بہت سے لوگ یہ

کہتے تھے کہ یہ پیشگوئی میرے ہی متعلق ہے مگر مَیں ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے یہ حکم نہ دے کہ مَیں کوئی ایسا اعلان کروں، مَیں نہیں کروں گا۔ آخر وہ دن آ گیا جب خدا تعالیٰ نے میری زبان سے اس کا اعلان کرانا تھا۔'' (الفضل قادیان جلد 49/14 نمبر 40 مورخہ 19 فروری 1960ء صفحہ 7)

پھر آپ نے اعلان کے وقت جلسہ ہوشیار پور میں فرمایا کہ ''مَیں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پہنچانا ہے۔'' (الفضل قادیان جلد 47/12 نمبر 13 مورخہ 15 جنوری 1958ء صفحہ 4)

پھر لاہور کے جلسہ میں آپ نے فرمایا: ''میں اس واحد اور قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے بھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اس شہر لاہور میں نمبر 13 ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ اور مَیں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔'' (الفضل قادیان جلد 47/12 نمبر 13 مورخہ 15 جنوری 1958ء صفحہ 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی مصلح موعود میں موعود بیٹے کی جو باون یا اٹھاون نشانیاں بتائی تھیں وہ مختلف ملتی ہیں۔ بہرحال پچاس سے زائد نشانیاں ہیں اور آپ کی یہ خصوصیات اپنوں اور غیروں نے کس طرح حضرت مصلح موعود میں دیکھیں ان کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت مصلح موعود کی وفات کے وقت دمشق کے حضرت سید ابوالفرج الحصنی بیان کرتے ہیں:

کہ ''حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے ہمارے دلوں کو انتہائی تکلیف اور غم ہوا اور یہ وہ تکلیف ہے جس نے ہر احمدی پر المناک اثر کیا ہے۔ جماعت دمشق کو بالخصوص انتہائی حُزن و غم ہوا ہے کیونکہ جماعت دمشق حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا براہ راست لگایا ہوا پودا ہے جس کو آپ کے مبارک ہاتھوں نے ہی لگایا تھا اور اس کو آپ کی خاص توجہ اور روحانیت نے سیراب کیا تھا۔ چنانچہ یہ پودا پھلا اور پھولا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق سچ فرمایا تھا کہ ''قومیں اس سے برکت پائیں گی''۔ ہم نے آپ کی دعا کی برکت اور توجہ سے فیض الٰہی حاصل کیا''۔ لکھتے ہیں کہ ''مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ مَیں نے جب کبھی بھی حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا کی درخواست کی تو مَیں نے اس کی قبولیت کے آثار روحانی اور مادی

لحاظ سے واضح طور پر محسوس کئے اور خدائی وحی آپ کے حق میں بالکل سچی ہے۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔'' (الفضل قادیان جلد 55/20 نمبر 10 مورخہ 12 جنوری 1966ء صفحہ 5)

27 رجولائی 1944ء کے الفضل میں مکرم محمد موہیل صاحب کی ایک خواب کا یوں ذکر ملتا ہے کہ محمد موہیل صاحب احمدی نے کمال ڈیرہ سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں اپنے ایک غیر احمدی رشتہ دار محمد اکرم صاحب کا حسب ذیل خواب تحریر کیا۔ یہ صاحب جو ابھی تک احمدی نہیں ہوئے تھے لکھتے ہیں کہ جب حضور 1936ء میں نوابشاہ تشریف فرما ہوئے۔ اس سے ایک رات قبل میں نے دیکھا کہ نوابشاہ کے چکرا (گول دائرے کا بازار ہے) اسٹیشن کی طرف سے مغرب کی طرف ایک شخص شیر پر سوار ہو کر آ رہا ہے۔ جب میرے قریب آیا تو دیکھا کہ اس کے جسم مبارک پر قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ میں نے آدمیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت مرزا محمود احمد قادیانی ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ وہ کیسا ہے؟ جواب دیا کہ دنیا میں سب سے بڑے ولی اللہ ہیں۔'' (الفضل قادیان جلد 32 نمبر 174 مورخہ 27 جولائی 1944ء صفحہ 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی صداقت کا اظہار اللہ تعالیٰ نے غیروں سے بھی کروایا۔ چنانچہ ایک معزز غیر احمدی عالم مولوی سمیع اللہ خان صاحب فاروقی نے قیام پاکستان سے قبل 'اظہارِ حق' کے عنوان سے ایک ٹریکٹ میں لکھا۔ آپ کو (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو) اطلاع ملتی ہے کہ ''مَیں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریّت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے''۔ لکھتے ہیں کہ ''اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اس وقت موجودہ خلیفہ ابھی بچے ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے انہیں خلیفہ مقرر کرنے کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی بلکہ خلافت کا انتخاب رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت اکثریت نے حکیم نور الدین صاحب کو خلیفہ تسلیم کرلیا جس پر مخالفین نے محوّلہ صدر پیشگوئی کا مذاق بھی اڑایا''۔ (حضرت خلیفہ اول بنے تو پیشگوئی کا مذاق اڑایا کہ دیکھو کہتے تھے بیٹا ہو گا۔ بیٹا تو بنا نہیں) ''لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے''۔ (یہ غیر احمدی لکھ رہے ہیں۔ احمدی نہیں ہیں۔) ''اور یہ حقیقت ہے کہ

آپ کے زمانے میں احمدیت نے جس قدر ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے۔خود مرزا صاحب کے وقت میں احمدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔خلیفہ نور الدین صاحب کے وقت میں بھی خاص ترقی نہ ہوئی تھی۔لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطے تک پہنچ گئی اور حالات یہ بتلاتے ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد 1931ء کی نسبت دوگنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ بحالیکہ اس عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے لئے جس قدر منظّم کوششیں ہوئی ہیں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں''۔لکھتے ہیں کہ ''الغرض آپ کی ذرّیت میں سے ایک شخص پیشگوئی کے مطابق جماعت کے لئے قائم کیا گیا'' (پیشگوئی کے مطابق وہ جماعت کے لئے قائم کیا گیا) ''اور اس کے ذریعہ جماعت کو حیرت انگیز ترقی ہوئی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی من وعن پوری ہوئی''۔ (تاریخ احمدیت جلد اوّل۔صفحہ 286-287۔مطبوعہ قادیان 2007ء)

پھر ہندوستان کے ایک غیر مسلم سکھ صحافی ارجن سنگھ ایڈیٹر ''رنگین'' (امرتسر) نے تسلیم کیا۔ کہتے ہیں ''مرزا صاحب نے 1901ء میں جبکہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ ابھی بچہ ہی تھے یہ پیشگوئی کی تھی کہ

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا　　جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا　　دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی　　فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ''

لکھتے ہیں کہ ''یہ پیشگوئی بیشک حیرت پیدا کرنے والی ہے۔1901ء میں نہ مرزا بشیر الدین محمود کوئی بڑے عالم و فاضل تھے اور نہ آپ کی سیاسی قابلیت کے جوہر کھلے تھے۔اس وقت یہ کہنا کہ تیرا ایک بیٹا ایسا اور ایسا ہوگا،ضرور کسی روحانی قوت کی دلیل ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے ایک دعویٰ کرکے گدّی کی بنیاد رکھ دی تھی اس لئے آپ کو یہ گمان ہوسکتا تھا کہ میرے بعد میری جانشینی کا سہرا میرے لڑکے کے سر پر رہے گا۔ لیکن یہ خیال باطل ہے۔اس لئے کہ میرزا صاحب نے خلافت کی یہ شرط نہیں رکھی کہ وہ ضرور مرزا صاحب کے خاندان سے اور آپ کی اولاد سے ہی ہو۔ چنانچہ خلیفہ اوّل ایک ایسے صاحب ہوئے جن کا میرزا صاحب کے خاندان سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ پھر بہت ممکن تھا کہ مولوی حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اوّل کے بعد بھی کوئی اور صاحب خلیفہ ہوجاتے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور خلافت کے لئے امیدوار

تھے۔لیکن اکثریت نے مرزا بشیر الدین صاحب کا ساتھ دیا اور اس طرح آپ خلیفہ مقرر ہو گئے"۔لکھتے ہیں کہ "اب سوال یہ ہے کہ اگر بڑے میرزا صاحب کے اندر کوئی روحانی قوت کام نہ کر رہی تھی تو پھر آخر آپ یہ کس طرح جان گئے کہ میرا ایک بیٹا ایسا ہو گا۔جس وقت مرزا صاحب نے مندرجہ بالا اعلان کیا ہے اس وقت آپ کے تین بیٹے تھے۔آپ تینوں کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے لیکن پیشگوئی صرف ایک کے متعلق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک فی الواقعہ ایسا ثابت ہوا ہے کہ اس نے ایک عالم میں تغیّر پیدا کر دیا ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 286 تا 288 مطبوعہ قادیان 2007ء)

اس وقت کے جو جماعتی حالات تھے اور اس وقت جو دنیا کے موجود ذرائع جماعت کے پاس تھے وہ آج کی طرح نہیں تھے۔گو آج بھی ہمارے پاس ہر طرح کے وسائل نہیں لیکن پھر بھی ان حالات سے بہت بہتر ہیں۔لیکن ان حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے دنیا میں تقریباً 50 سے زائد مما لک میں احمدیت کا پودا لگا۔جماعتیں قائم ہوئیں۔اور تقریباً ہر براعظم میں جماعت قائم ہوئی۔یہ حضرت مصلح موعود کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کا پھیلنا اور آپ کی اولوالعزمی کا نتیجہ تھا۔

پھر پسر موعود کی آمد کا مقصود یہ تھا کہ "تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"۔ برصغیر پاک و ہند کے مشہور مسلم لیڈر اور ایک شعلہ نوا شاعر زمیندار رسالہ کے مولوی ظفر علی خان صاحب نے کھلے لفظوں میں اعتراف کرتے ہوئے اپنے لوگوں کو کہا کہ "کان کھول کر سن لو۔تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے۔تمہارے پاس کیا دھرا ہے؟...... تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا......۔مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے.....۔مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔مختلف علوم کے ماہر ہیں۔دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔" (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 288 مطبوعہ قادیان 2007ء)

پسرِ موعود سے متعلق وعدہ الٰہی تھا کہ وہ "اولوالعزم" ہو گا۔نیز یہ کہ "وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا"۔چنانچہ ہندوستان کے نامور صوفی خواجہ حسن نظامی دہلوی نے آپ کی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے حضرت مصلح موعود کے بارے میں لکھا ہے کہ "اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا اور یہ بھی کہ

مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل وفہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں۔یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 288 مطبوعہ قادیان 2007ء)

پسر موعود کے متعلق ایک اہم خبر یہ دی گئی تھی کہ ''وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا''۔ یہ پیشگوئی بھی مختلف رنگ میں پوری ہوتی رہی اور اس طرح بھی پوری ہوتی ہے کہ انسانی عقل کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ تحریک آزادئ کشمیر اس پر شاہد ہے کیونکہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کا سہرا آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سر ہے اور یہ مشہور کمیٹی حضرت مصلح موعود کی تحریک اور ہندو پاکستان کے بڑے بڑے مسلم زعماء مثلاً سر ذوالفقار علی خان، ڈاکٹر سر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی دہلوی، سید حبیب مدیر اخبار سیاست وغیرہ کے مشورے سے 25رجولائی 1931ء کو شملہ میں قائم ہوئی۔اور اس کی صدارت خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو سونپی گئی۔آپ کی کامیاب قیادت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانانِ کشمیر جو مدتوں سے انسانیت کے ادنیٰ حقوق سے بھی محروم ہو کر غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے ایک نہایت قلیل عرصہ میں آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ان کے سیاسی اور معاشی حقوق تسلیم کئے گئے۔ریاست میں پہلی دفعہ اسمبلی قائم ہوئی اور تقریر وتحریر کی آزادی کے ساتھ انہیں اس میں مناسب نمائندگی ملی۔جس پر مسلم پریس نے حضرت مصلح موعود کے شاندار کارناموں کا اقرار کرتے ہوئے آپ کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ ''جس زمانے میں کشمیر کی حالت نازک تھی اور اس زمانے میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔'' (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 289 مطبوعہ قادیان 2007ء)

مولانا محمد علی جوہر صاحب نے (یہ بہت بڑے سیاستدان بھی تھے۔عالم بھی تھے۔) اپنے اخبار ہمدرد 26رستمبر 1927ء میں لکھا کہ ''ناشکری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ وتجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔اور وہ وقت دُور نہیں جبکہ اس منظم فرقے

کا طرزِ عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کے بلند بانگ دور باطن ہیچ دعاوی کے خُوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا''۔(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر۔جون، جولائی 2008ء صفحہ 321-320)

انہوں نے کہا تم مولوی صرف بیٹھے منبروں پر بیٹھے دعوے کرتے ہیں لیکن یہ لوگ کام کرتے ہیں۔

پھر ایک مشہور مفسّر قرآن علامہ عبدالماجد دریا آبادی مدیر 'صدق جدید' نے حضرت مصلح موعود کی وفات پر ایک شذرہ تحریر کیا جس میں حضرت مصلح موعود کی خدمت قرآن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''قرآن وعلومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ تعالیٰ انہیں صلہ دے۔علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح وتبیین وترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند وممتاز مرتبہ ہے''۔(صدق جدید لکھنؤ 18 نومبر 1965ء۔سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 168)

ایک امریکن پادری ایک دفعہ قادیان آیا۔ یہ بھی علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جانے کی ایک مثال ہے۔1914ء کی بات ہے۔اس نے بعض احمدیوں کے سامنے چند مذہبی سوالات پیش کئے جو نہایت اہم تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مَیں امریکہ سے چل کر یہاں تک آیا ہوں اور مَیں نے کئی علماء کے سامنے یہ سوال کئے ہیں مگر ان سوالوں کے تسلی بخش جواب نہیں مل سکے۔مَیں یہاں ان سوالوں کو آپ کے خلیفہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے آیا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ مولوی عمر دین شملوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ سوالات اتنے پیچیدہ اور عجیب قسم کے تھے کہ انہیں سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت صاحب ابھی بالکل نوجوان ہیں اور الٰہیات کی کوئی باقاعدہ تعلیم بھی انہوں نے نہیں پائی۔عمر بھی چھوٹی ہے اور واقفیت بھی بہت تھوڑی ہے۔وہ ان سوالوں کا جواب ہرگز نہیں دے سکیں گے اور اس طرح سلسلہ احمدیہ کی بڑی بدنامی اور سُبکی ہوگی۔'' (ساری دنیا میں سُبکی ہوجائے گی)''کیونکہ جب حضرت صاحب اس کے سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو یہ امریکن پادری واپس جا کر ساری دنیا میں اس امر کا پراپیگنڈہ کرے گا کہ احمدیوں کا خلیفہ کچھ بھی نہیں جانتا اور عیسائیت کے مقابلے میں ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔وہ صرف نام کا خلیفہ ہے۔ورنہ علمیت خاک بھی نہیں رکھتا۔''(یہ مولوی صاحب کا خیال تھا تو کہتے ہیں)''اس صورت حال سے مَیں کافی پریشان ہوا اور مَیں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ امریکن پادری حضرت صاحب سے نہ ملے اور ویسے ہی واپس چلا جائے مگر مجھے اس کوشش

میں ناکامی ہوئی۔ وہ اس بات پر مصر تھا کہ مَیں نے ضرور مل کر جانا ہے۔ کہتے ہیں ناچار مَیں حضرت صاحب کے پاس گیا۔ بتایا کہ امریکن پادری آیا ہے اور کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہے۔ اب کیا کریں۔ اس پر حضرت صاحب نے بغیر توقّف کے فرمایا۔ تو بلالو اسے۔ کہتے ہیں بہرحال مَیں اس کو لے کر حاضر ہو گیا۔ ان دونوں کے درمیان ترجمان میں ہی تھا۔ کہتے ہیں امریکن پادری نے کچھ رسمی گفتگو کے بعد اپنے سوالات حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کئے جن کا ترجمہ میں نے آپ کو سنا دیا اور حضرت مصلح موعود نے نہایت سکون کے ساتھ ان سب سوالوں کو سنا اور پھر فوراً ان کے ایسے تسلی بخش جوابات دیئے کہ مَیں سن کر حیران ہو گیا۔ مجھے ہرگز بھی یقین نہ تھا کہ ان سوالوں کے حضرت صاحب پُر معارف اور بےنظیر جواب دے سکیں گے۔ جب مَیں نے یہ جوابات انگریزی میں امریکن پادری کو سنائے تو وہ بھی حیران ہو گیا اور کہنے لگا کہ مَیں نے آج تک ایسی معقول گفتگو اور ایسی مدلّل تقریر کسی کے منہ سے نہیں سنی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خلیفہ بہت بڑا اسکالر ہے اور مذاہب عالم پر اس کی نظر بہت گہری ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بڑے ادب سے حضرت صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس چلا گیا۔ (ماخوذ از ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر۔ جون، جولائی 2008ء صفحہ 319-320)

فروری 1945ء میں حضرت مصلح موعود نے احمدیہ ہاسٹل لاہور میں 'اسلام کا اقتصادی نظام' کے نام پر ایک پُر شوکت لیکچر دیا۔ دنیاوی علوم کا بھی ان کو ایک خاص ملکہ تھا۔ لیکچر کے بعد صدر جلسہ جناب لالہ رام چند مچندہ صاحب نے ایک مختصر تقریر کی جس میں انہوں نے کہا کہ "مَیں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقع ملا اور مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ تحریک احمدیت ترقی کر رہی ہے اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر اس وقت آپ لوگوں نے سنی ہے اس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں حضور نے بیان فرمائی ہیں۔ مجھے اس تقریر سے بہت فائدہ ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بھی ان قیمتی معلومات سے بہت فائدہ اٹھایا ہوگا۔ مجھے اس بات سے بھی بہت خوشی ہوئی ہے کہ اس جلسہ میں نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی شامل ہوئے ہیں۔ اور مجھے خوشی ہوئی ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات بہتر ہو رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے بہت سے معزز دوستوں سے مجھے تبادلہ خیالات کا موقع ملتا رہتا ہے۔ یہ جماعت اسلام کی وہ تفسیر کرتی ہے جو اس ملک کے لئے نہایت مفید ہے۔ پہلے تو مَیں سمجھتا تھا اور یہ میری غلطی تھی کہ اسلام صرف اپنے قوانین میں مسلمانوں کا ہی خیال رکھتا ہے۔ غیر مسلموں کا کوئی لحاظ نہیں رکھتا۔ مگر آج حضرت امام جماعت احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے اور مجھے یہ سن کر

بہت خوشی ہے مَیں غیر مسلم دوستوں سے کہوں گا کہ اس قسم کے اسلام کی عزت اور احترام کرنے میں آپ لوگوں کو کیا عذر ہے؟ آپ لوگوں نے جس سنجیدگی اور سکون سے اڑھائی گھنٹے تک حضور کی تقریر سنی ہے اگر کوئی یورپین اس بات کو دیکھتا تو حیران ہوتا کہ ہندوستان نے اتنی ترقی کر لی ہے۔ جہاں مَیں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں (اس بات پر) کہ آپ لوگوں نے سکون کے ساتھ تقریر کو سنا وہاں میں اپنی طرف سے اور آپ سب لوگوں کی طرف سے حضرت امام جماعت احمدیہ کا بار بار اور لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی نہایت ہی قیمتی معلومات سے پُر تقریر سے ہمیں مستفید فرمایا۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 496-495 مطبوعہ قادیان 2007ء)

جناب اختر اورینوی صاحب (ایم۔اے صدر شعبہ اردو۔ پٹنہ یونیورسٹی)، پروفیسر عبدالمنان بیدل صاحب (سابق صدر شعبہ فارسی) کے تفسیر کبیر کے بارے میں اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ''میں نے یکے بعد دیگرے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تفسیر کبیر کی چند جلدیں پروفیسر عبدالمنان بیدل سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج پٹنہ و حال پرنسپل شبینہ کالج پٹنہ کی خدمت میں پیش کیں اور وہ ان تفسیروں کو پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ عربیہ شمس الھدیٰ پٹنہ کے شیوخ کو بھی تفسیر کی بعض جلدیں پڑھنے کے لئے دیں اور ایک دن کئی شیوخ کو بلوا کر انہوں نے ان کے خیالات دریافت کئے۔ (ایک پیشگوئی تھی علوم قرآن سے بھی پُر کیا جانا) ایک شیخ نے کہا کہ فارسی تفسیروں میں ایسی تفسیر نہیں ملتی۔ پروفیسر عبدالمنان صاحب نے پوچھا کہ عربی تفسیروں کے متعلق کیا خیال ہے؟ شیوخ خاموش رہے۔ کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا کہ پٹنہ میں ساری عربی تفسیریں ملتی نہیں ہیں۔ مصر اور شام کی ساری تفاسیر کے مطالعہ کے بعد ہی صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے قدیم عربی تفسیروں کا تذکرہ شروع کیا اور فرمایا کہ مرزا محمود کی تفسیر کے پائے کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں بھی مصر اور شام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔ عربی اور فارسی کے علماء مبہوت رہ گئے۔'' (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 159-158 مطبوعہ قادیان 2007ء)

قریشی عبدالرحمن صاحب سکھر حضور کی سحر انگیز علمی شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضور کے سکھر کے قیام کے دوران سب دوست اپنے غیر از جماعت دوستوں کو ملانے لاتے تھے۔ میں ایک دوست کو جو اکثر اپنے علم کی ڈینگیں مارتے تھے، ملانے لایا۔ حضور مجلس میں تشریف فرما تھے۔ دوست بعض سوالات

کرتے تھے حضور جواب دیتے تھے۔مگر وہ شخص شروع سے آخر تک خاموش ہی رہا۔جب مجلس برخاست ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے کوئی سوال نہیں پوچھا؟اس نے بھی بے ساختہ کہا کہ یہاں بولنا گویا اپنی پردہ دری کرنے والی بات تھی۔وہ ایک شدید مخالف تھا مگر حضور کی گفتگو اتنی مؤثر تھی کہ اس نے کہا کہ مَیں تو یہی سمجھتا رہا کہ مَیں یہاں سے اپنا ایمان سلامت لے جاؤں تو بڑی بات ہے۔'' سوال کرنا تو دُور کی بات ہے۔ (ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 553)

ایک ہفتہ وار اخبار ''پارس'' کے ایڈیٹر لالہ کرم چند کچھ اخبار نویسوں کے ساتھ قادیان گئے اور حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت متاثر ہو کر واپس آئے اور اپنی اخبار میں اس کے متعلق مضمون بھی لکھے۔ان کا کہنا تھا کہ ہم تو ظفر اللہ خان کو بڑا آدمی سمجھتے تھے۔(یعنی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ان دنوں وائسرائے کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر بھی تھے) مگر بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سامنے اس کی حیثیت ایک طفل مکتب کی ہے۔وہ ہر معاملے میں ان سے بہتر رائے رکھتے ہیں (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تو حیثیت بہت بلند ہے اور بہت بہتر رائے رکھتے ہیں) اور بہترین دلائل پیش کرتے ہیں۔اس میں بے پناہ تنظیمی قابلیت ہے۔ایسا آدمی بآسانی کسی ریاست کو بامِ عروج تک لے جاسکتا ہے۔'' (ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 558)

ایک علم دوست بزرگ جلسہ قادیان میں شامل ہوئے۔انہوں نے حضرت مصلح موعود اور آپ کے پیروکاروں کے متعلق اپنے تاثرات بیان کئے۔کہتے ہیں ''مَیں نے ایک اور بات جسے غور کے ساتھ دیکھا وہ یہ تھی کہ سارا گروہ، سارا سلسلہ، سارا ہجوم، سارا انبوہ اس پاک نفس خلیفہ کی ایک چھوٹی انگلی کے اشارے پر چل رہا تھا۔حضرت امام جماعت احمدیہ کے متعلق اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ شخص قلم کا دھنی بھی ہے۔تقریر کا اعلیٰ درجہ کا مالک بھی ہے۔اور تنظیم کا اعلیٰ درجہ کا گورنر بھی ہے''۔(ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 538)

علامہ نیاز فتح پوری صاحب تفسیر کبیر جلد سوم کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں کہ تفسیر کبیر جلد سوئم آج کل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل اور نقل کو بڑے حُسن سے ہم آہنگ کر دیا گیا ہے۔آپ کی تبحّرِ علمی، آپ کی وُسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حُسنِ استدلال آپ کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک اس سے بے خبر رہا۔کاش کہ مَیں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔کل سورۃ ھود کی تفسیر حضرت لوط علیہ السلام پر آپ

کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیۡ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسّرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 7۔تعارف)

پس اپنوں اور غیروں کے حضرت مصلح موعود کے بارے میں جو تأثرات ہیں وہ آپ سے مل کر آپ کی شخصیت کا جو گہرا اثر اُن پر ہوتا تھا اور آپ کی خصوصیات کا جب علم ہوتا تھا وہ ہر ایک کو حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ پیشگوئی کی صداقت کا یہ سب کھلا اظہار ہے۔ ان جلسوں میں جو آجکل ہو رہے ہیں پیشگوئی کا ذکر اور آپ کے کارہائے نمایاں کی باتیں سن کر جہاں ہمیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات کے بڑھتے چلے جانے کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں وہاں اپنی حالتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ احمدیت کی ترقی کے لئے ایک عزم کے ساتھ ہر فرد جماعت کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو نکھارنا اور استعمال کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم یہ کریں گے تو ہم احمدیت کی ترقی کو اپنی زندگیوں میں پہلے سے بڑھ کر پورا ہوتے دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد پر

امۃ الباری ناصر

اللہ اللہ عجب ساعت سعد آئی ہے	سامنے جلوہ نما سیدی آقائی ہے
اللہ اللہ یہ اک نور کا پیکر دیکھو	چاند چہرے پہ یہ کیا حسن ہے رعنائی ہے
اللہ اللہ جماعت کا یہ پیار و اخلاص	کیسے دیدار کو اک دنیا اُمڈ آئی ہے
جان قربان ہے اس ہستی کے در پر جس نے	یہ خلافت کی ردا آپ کو پہنائی ہے
پیارے آقا کو ہر اک آن سلامت رکھنا	احمدی دل سے دعا گو ہے تمنائی ہے

حروفِ مقطعات

جب ہم تمام قرآن پر ایک نظر ڈال کر یہ کہتے ہیں کہ کہاں کہاں حروفِ مقطعات استعمال ہوئے ہیں۔ تو ان میں ایک ترتیب نظر آتی ہے۔ سورہ بقرہ الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہے پھر سورۂ آل عمران الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر سورہ نساء سورۂ مائدہ سورۂ انعام حروف مقطعات سے خالی ہیں پھر سورۂ اعراف الٓمّٓصٓ سے شروع ہوتی ہے۔ اور سورہ انفال اور براءۃ خالی ہیں۔ ان کے بعد سورۂ یونس، سورۂ ہود، سورۂ یوسف الٓرٰ سے شروع ہوتی ہیں۔

اور سورۂ رعد میں مٓ بڑھا کر الٓمّٓرٰ کر دیا گیا ہے۔ لیکن جہاں المٓصٓ میں صٓ آخر میں رکھا۔ یہاں مٓ کو رٰ سے پہلے رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اگر کسی مقصد کو مد نظر رکھے بغیر زیادتی کی جاتی۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ میم کو جو زائد کیا گیا تھا۔ راء کے بعد رکھا جاتا۔ میم کو الٓرٰ کے درمیان رکھ دینا بتاتا ہے کہ ان حروف کے کوئی خاص معنی ہیں۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے الٓمّٓ کی سورتیں ہیں۔ اور اس کے بعد الٓرٰ کی تو صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مضمون کے لحاظ سے میم کو راء پر تقدم حاصل ہے۔ اور سورۂ رعد میں میم اور راء جب اکٹھے کر دیئے گئے ہیں۔ تو میم کو راء سے پہلے رکھنا اس امر کو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ یہ سب حروف خاص معنی رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان حروف کو معنًی تقدّم رکھتے ہیں ہمیشہ مقدم ہی رکھا جاتا ہے۔ سورۂ رعد کے بعد ابراہیم اور حجر میں الٓرٰ استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن نحل بنی اسرائیل اور کہف میں مقطعات استعمال نہیں ہوئے۔ اور یہ سورتیں گویا پہلی سورتوں کے مضامین کے تابع ہیں۔

ان کے بعد سورۂ مریم ہے جس میں کٓہٰیٰعٓصٓ کے حروف استعمال کئے گئے ہیں۔ سورہ مریم کے بعد طٰہٰ ہے اور اس میں طٰہٰ کے حروف استعمال کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد انبیاء، حج، مومنون، نور اور فرقان میں حروف مقطعات چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ گویا یہ سورتیں طٰہٰ کے تابع ہیں۔ آگے سورۂ شعراء طٰسٓمّٓ سے شروع کی گئی ہے گویا طاء کو قائم رکھا گیا ہے۔ اور ھاء کی جگہ س اور میم لائے گئے ہیں۔ اس کے بعد سورۂ نمل ہے جو طٰسٓ سے شروع ہوتی ہے۔ اس میں سے میم کو اُڑا دیا گیا ہے۔ اور طاء اور س قائم رکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد سورہ قصص کی ابتدا پھر طٰسٓمّٓ سے کی گئی ہے۔ گویا میم کے مضمون کو پھر شامل کر لیا گیا ہے۔

اس کے بعد سورۂ عنکبوت کو پھر الٓمّٓ سے شروع کیا گیا ہے۔ اور دوبارہ علم الٰہی کے مضمون کو نئے پیرایہ اور نئی ضرورت کے ماتحت شروع کیا گیا ہے۔ (اگرچہ میں ترتیب پر اس وقت بحث نہیں کر رہا لیکن اگر کوئی کہے کہ الٓمّٓ دوبارہ کیوں لایا گیا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سورہ بقرہ سے الٓمّٓ کے مخاطب کفار تھے اور یہاں سے الٓمّٓ کے مخاطب مومن ہیں) سورہ عنکبوت کے بعد سورہ روم، سورہ لقمان اور سورہ سجدہ کو بھی الٓمّٓ سے شروع کیا گیا ہے۔ ان کے بعد سورہ احزاب، سبا، فاطر، بغیر مقطعات کے ہیں اور گویا پہلی سورتوں کے تابع ہیں۔

ان کے بعد سورہ یٰسٓ ہے۔ جس کو یٰس کے حروف سے شروع کیا گیا ہے اس کے بعد سورہ صافات بغیر مقطعات کے ہے۔

اس کے بعد سورہ صٓ حرف صٓ سے شروع کی گئی ہے۔

پھر سورۂ زمر حروف مقطعات سے خالی اور پہلی سورت کے تابع ہے۔

اس کے بعد سورہ مومن حٰمٓ سے شروع کی گئی ہے۔ اس کے بعد سورہ حم سجدہ کو بھی حٰمٓ سے شروع کیا گیا ہے۔ پھر سورہ شوریٰ کو بھی حٰمٓ سے شروع کیا گیا ہے لیکن ساتھ حروف عٓسٓقٓ بڑھائے گئے ہیں۔ اس کے بعد سورہ زخرف ہے اس میں بھی حٰمٓ کے حروف ہی استعمال کئے گئے ہیں۔ پھر سورہ دخان۔ جاثیہ اور احقاف بھی حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں۔ ان کے بعد سورہ محمد، فتح اور حجرات بغیر مقطعات کے ہیں اور پہلی سورتوں کے تابع ہیں۔ سورہ قٓ صرف ق سے شروع ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم کے آخر تک ایک ہی مضمون چلا جاتا ہے۔

یہ ترتیب بتا رہی ہے کہ یہ حروف یوں ہی نہیں رکھے گئے۔ پہلے الٓمّٓ آتا ہے۔ پھر الٓمّٓصٓ آتا ہے جس میں صٓ کی زیادتی کی جاتی ہے۔ پھر الٓرٰ آتا ہے۔ اور پھر الٓمّٓرٰ آتا ہے کہ جس میں میم کی زیادتی کی جاتی ہے۔ پھر کٓہٰیٰعٓصٓ آتا ہے جس میں ص پر چار اور حروف کی زیادتی ہے۔ پھر طٰہٰ لایا جاتا ہے اور پھر اس میں کچھ تبدیلی کر کے طٰسٓمّٓ کر دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ہی قسم کے الفاظ کا متواتر لانا اور بعض کو بعض جگہ بدل دینا بعض جگہ اور رکھ دینا بتاتا ہے کہ خواہ یہ حروف کسی کی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ جس نے انہیں رکھا ہے کسی مطلب کے لئے ہی رکھا ہے۔ اگر یوں ہی رکھے جاتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ کہیں ان کو بدل دیا جاتا۔ کہیں زائد کر دیا جاتا۔ کہیں کم کر دیا جاتا۔ (تفسیر کبیر جلد سوم صفحات ۸،۹)

کیا آپ نے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی سب کتابوں کا مطالعہ کر لیا ہے؟

جو کتابیں آپ نے پڑھ لی ہیں، ان پر نشان لگائیں اور جو نہیں پڑھیں انہیں amibookstore.us سے خرید کر مطالعہ فرمائیں۔

روحانی خزائن جلد نمبر ۱
- ☐ براہین احمدیہ چہار حِصص

جلد نمبر ۲
- ☐ پُرانی تحریریں
- ☐ سُرمۂ چشم آریہ
- ☐ شحنۂ حق
- ☐ سبز اشتہار

جلد نمبر ۳
- ☐ فتحِ اسلام
- ☐ توضیحِ مرام
- ☐ ازالۂ اوہام

جلد نمبر ۴
- ☐ الحق مُباحثہ لدھیانہ،
- ☐ الحق مباحثہ دہلی
- ☐ آسمانی فیصلہ
- ☐ نشانِ آسمانی
- ☐ ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات

جلد نمبر ۵
- ☐ آئینہ کمالات اسلام

جلد نمبر ۶
- ☐ برکاتُ الدعا
- ☐ حُجّۃُ الاسلام
- ☐ سچائی کا اظہار
- ☐ جنگِ مقدس
- ☐ شہادۃُ القرآن

جلد نمبر ۷
- ☐ تحفۂ بغداد
- ☐ کراماتُ الصّادقین
- ☐ حمامۃُ البُشریٰ

جلد نمبر ۸
- ☐ نُورُالحق دوحصّے
- ☐ اتمامُ الحُجّۃ
- ☐ سِرُّالخلافۃ

جلد نمبر ۹
- ☐ انوارِ اسلام
- ☐ مِنَنُ الرّحمان
- ☐ ضیاءُ الحق
- ☐ نورُالقرآن دوحصّے
- ☐ معیارُ المذاہب

جلد نمبر ۱۰
- ☐ آریہ دھرم
- ☐ سَت بچن
- ☐ اسلامی اصول کی فلاسفی

جلد نمبر ۱۱
- ☐ انجامِ آتھم

جلد نمبر ۱۲
- ☐ سراجِ منیر
- ☐ استفتاء
- ☐ حُجّۃُ اللّٰہ
- ☐ تحفۂ قیصریہ
- ☐ محمود کی آمین

جلد نمبر ۱۳
- ☐ کتابُ البریہ
- ☐ البلاغ
- ☐ ضرورۃُ الامام

جلد نمبر ۱۴
- ☐ نجمُ الہدیٰ
- ☐ رازِ حقیقت
- ☐ کشفُ الغطاء
- ☐ ایّامُ الصُّلح
- ☐ حقیقتُ المہدی

جلد نمبر ۱۵
- ☐ مسیح ہندوستان میں
- ☐ ستارہ قیصرہ
- ☐ تریاقُ القلوب
- ☐ تحفۂ غزنویہ
- ☐ روئیدادِ جلسہ دعاء

جلد نمبر ۱۶
- ☐ خطبۃ الہامیۃ
- ☐ لُجَّةُ النُّور

جلد نمبر ۱۷
- ☐ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد
- ☐ تحفۂ گولڑویہ
- ☐ اربعین

جلد نمبر ۱۸
- ☐ اعجازُ المسیح
- ☐ ایک غلطی کا ازالہ
- ☐ دافع البلاء
- ☐ الہدیٰ
- ☐ نزولُ المسیح
- ☐ گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے
- ☐ عصمتِ انبیاء علیہم السلام

جلد نمبر ۱۹
- ☐ کشتیٔ نوح
- ☐ تحفۃُ الندوہ
- ☐ اعجازِ احمدی
- ☐ ریویو بر مباحثہ چکڑالوی بٹالوی
- ☐ مواہبُ الرحمان
- ☐ نسیمِ دعوت
- ☐ سناتن دھرم

جلد نمبر ۲۰
- ☐ تذکرۃُ الشّہادتین
- ☐ سیرۃُ الابدال
- ☐ لیکچر لاہور
- ☐ اسلام (لیکچر سیالکوٹ)
- ☐ لیکچر لدھیانہ
- ☐ رسالہ الوصیت
- ☐ چشمۂ مسیحی
- ☐ تجلّیاتِ الٰہیہ
- ☐ قادیان کے آریہ اور ہم
- ☐ احمدی اور غیر احمدی میں فرق

جلد نمبر ۲۱
- ☐ براہین احمدیہ جلد پنجم

جلد نمبر ۲۲
- ☐ حقیقۃُ الوحی
- ☐ اَلاِستفتاء
- ☐ قصیدہ عربی

جلد نمبر ۲۳
- ☐ چشمۂ معرفت
- ☐ پیغامِ صُلح

احمدیہ کتب کے لئے amibookstore.us کی سہولت سے فائدہ اٹھائیں۔

تعلیم الاسلام کالج۔۔۔۔۔چند حقائق

پروفیسر محمد شریف خان، فلاڈلفیا، امریکہ

بے نفسی اور ایثار سے سرشار اساتذہ نظام تعلیم الاسلام کے ساتھ شروع سے ہی وابستہ رہے۔ یہ مخلص وفا شعار بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل میں دیوانہ وار محض خدمتِ دین کی خاطر قادیان جیسی چھوٹی سی بستی میں سب کچھ تیاگ کر آ بسے، ان کی مسلمہ قابلیت اور اعلیٰ صلاحیتیں ان کے راہِ وقف میں روک نہ بنیں اور قلیل سی تنخواہ (جسے عرفِ عام میں "گزارہ" کہا جاتا تھا) پر بخوشی بسر اوقات کرتے رہے، کئی ماہ جماعتی مالی مشکلات کے باعث تنخواہ کے بغیر لنگر خانے کے کھانے پر ہی گزر اوقات ہوتی۔ یہ فدائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں رہ کر اس قومی تربیت گاہ کی خدمت کرنے کو ایک فخر وسعادت سمجھتے رہے۔ چنانچہ حضورؑ نے ایک مکتوب میں فرمایا:

"یہ مدرسہ محض دینی اغراض کی وجہ سے ہے اور صبر سے اس میں کام کرنے والے خدا تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہوتے جاتے ہیں"۔ (ذکرِ حبیبؑ مؤلفہ مفتی محمد صادق صاحبؓ، صفحہ ۱۳۷)

خالص دینی ماحول

مدرسہ تعلیم الاسلام اور اس کے تسلسل میں تعلیم الاسلام کالج قادیان، لاہور اور ربوہ بیسویں صدی میں اپنی نوعیت کے وہ منفرد اِدارے تھے ، جن کے اساتذہ اور طلباء کو مسیحِ زماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے وقت کی تاثیراتِ قدسیہ کے طفیل ایک بے مثال روحانی اور مذہبی فضا میسر تھی۔ حضرت مولٰنا عبدالکریمؓ نے اخبار الحکم ۷رفروری ۱۹۰۳ء میں تحریر فرمایا: "ہمارے مدرسہ کے لڑکے خدا کے مسیح کو دیکھتے ہیں۔ آپ کی تقریروں کو سنتے ہیں۔ آپ کے پاک نمونہ کو مشاہدہ کرتے ہیں۔۔۔ہر روز باقاعدہ عصر کے بعد لڑکے حضرت مولوی نورالدینؓ کے درس قرآن مجید میں شامل ہونے کو عزت دیتے ہیں۔ یہ بھی ایسی نعمت ہے کوئی ملک اور شہر اس میں ہمارا شریک نہیں"۔ اور یہ سلسلہ ربوہ میں بھی جاری رہا۔

تعلیمی ریکارڈز

قادیان میں تعلیم الاسلام کالج کی افتتاحی تقریب کا اہتمام ۲۸ر مئی ۱۹۰۳ کو زیرِ صدارت حضرت مولٰنا نورالدین خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ منعقد ہوا۔ نواب محمد علی خانؓ ڈائریکٹر کالج کمیٹی نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا "خدا کی ذات سے بڑی امید ہے کہ یہ کالج بہت جلد ایک یونیورسٹی ہو گا اور اس احمدی جماعت کے لئے ایک مفید دار العلوم ثابت ہو گا۔ یہ کالج خدا کے فضل سے چلے گا اور خدا کے صادق بندے مسیحِ موعود کی دعاؤں سے نشوونما پائے گا۔"

جب کہ حضرت مولٰنا نورالدینؓ نے اپنے نہایت ایمان افروز صدارتی خطاب میں طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"۔۔علوم کی تحصیل آسان ہے مگر خدا کے فضل کی نیچے اسے تحصیل کرنا یہ مشکل ہے ۔۔۔تم بھی اللہ پر کامل یقین کرو اور دعاؤں کے ذریعے، جو کہ دنیا کی مخالفت میں سپر ہیں، فضل چاہو۔ کتاب اللہ کو دستورالعمل بناؤ تا کہ تم کو عزت حاصل ہو۔ باتوں سے نہیں بلکہ کاموں سے اپنے آپ کو اس کتاب کے تابع ثابت کرو۔ ہنسی، تمسخر، ٹھٹھا، ایذا، گالی یہ سب اس کتاب کے برخلاف ہے۔ جھوٹ سے، لعنت سے تکلیف اور ایذا دینے سے ممانعت اور لغو سے بچنا اس کتاب کا ارشاد ہے۔ صوم اور صلوٰۃ اور ذکر شغل الٰہی کی پابندی اس کا اصول ہے"۔ (الحکم ۲۴ر جون ۱۹۰۳)

کالج کے شاندار نتائج

کالج کے قیام کے دو سال بعد ۱۹۰۵ کے پنجاب یونیورسٹی کے ۵۳ فیصد نتیجہ کے مقابلے میں کالج کا نتیجہ ۷۵ فیصد رہا! جبکہ ارد گرد کے کالجوں کا نتیجہ ۵۰ فیصد تھا۔ اس شاندار نتیجہ نے قادیان میں کالج کے قیام کا جواز نہ صرف ثابت کر دیا بلکہ اس بات کو محکم کر دیا کہ دینی تعلیم کسی صورت بھی عام تعلیم کے حصول میں رکاوٹ نہیں، بلکہ یہ طلباء کے ذہن کو جلاء بخشتی ہے۔

۱۹۰۵ میں کالج کی عارضی بندش اور ۱۹۴۴ء میں دوبارہ اجراء

یونیورسٹی کی شرائط پوری نہ کر سکنے پر، باوجود شاندار نتائج کے کالج کو ۱۹۰۵ء میں مجبوراً بند کرنا پڑا۔ ۱۹۴۴ ءمیں شرائط کے مطابق قادیان میں کالج کا دوبارہ افتتاح ہوا۔

ہجرت سے قبل اور بعد (قادیان، لاہور اور ربوہ) کے دوران میں تعلیم الاسلام کالج کے اساتذہ اور طلباء کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں حضرت مرزا ناصر احمد ایم اے آکسن جیسی تاریخ ساز ہستی کی پرنسپل شپ اور راہنمائی میں شاندار ترقیات حاصل کرنے کے مواقع حاصل رہے۔

تاریخِ احمدیت جلد ۹ کے اوراق کالج کے ان شاندار ریکارڈز کے امین ہیں۔ یہاں شاندار تعلیمی ریکارڈز کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

سال	نام طالبعلم	امتحان	یونیورسٹی میں پوزیشن
۱۹۴۵۔۴۶ (قادیان)	نذیر احمد	ایف اے	سوم
۱۹۵۱۔۵۲ (لاہور)	مرزا بشارت احمد	بی ایس سی	سوم
۱۹۵۳۔۵۴ (ربوہ)	حمید اللہ	بی ایس سی	دوم
۱۹۵۵۔۵۶	منور احمد سعید،	ایف اے	اول
	اعجاز الرحمٰن	بی ایس سی	سوم
۱۹۵۷۔۵۸	محمد سلطان اکبر	بی اے عربی آنز	اول
	افتخار احمد شہاب	بی اے انگریزی	اول
۱۹۶۰۔۶۱	حمید احمد خان	ایف ایس سی پری میڈیکل	اول
	قریشی اعجاز الحق	ایف اے آرٹس	اول
	سید امین	بی ایس سی فزکس	اول
۱۹۶۲۔۶۳	قریشی اعجاز الحق	بی اے	اول
۱۹۶۳۔۶۴	چوہدری محمد صدیق	ایم اے عربی سال اول	اول
	چوہدری ناصر الدین	ایم اے عربی سال اول	دوم
	بشارت الرحمٰن	ایم اے عربی سال اول	دوم
	عطاء المجیب راشد	بی اے سال دوم عربی	اول
	قریشی اعجاز الحق	بی اے سال دوم ہسٹری آنرز	اول
۱۹۶۴۔۶۵	چوہدری محمد صدیق	ایم اے عربی	اول
۱۹۶۵۔۶۶	قریشی مقبول احمد	ایم اے عربی	اوّل
	عطاء المجیب راشد	ایم اے عربی	دوم
	سید عبد الحی	ایم اے عربی	سوم
	عنایت اللہ منگلا	ایم اے اقتصادیات	اوّل

یہ شاندار نتائج تعلیم الاسلام کالج کے پر سکون تعلیمی ماحول، بیدار مغزی اور اساتذہ کی نیک نیتی، محنت، خلوص اور کالج میں تعلیمی گہما گہمی اور تسلسل کے غماز ہیں۔

شعبہ بائی آلوجی

تحدیثِ نعمت میں اپنے شعبہ بائی آلوجی کا ذکر کرتا ہوں۔

۱۹۴۴ء قادیان میں تعلیم الاسلام کالج کے اجراء کے وقت آرٹس اور سائنس بہ شمول فزکس، کیمسٹری اور بائی آلوجی کے شعبہ جات قائم ہو چکے تھے۔

منتظم کارکن (سٹاف) اور تجربہ گاہیں (لیبارٹریز) مہیا تھیں۔ طلباء میں تقریر و تحریر کا ملکہ پیدا کرنے کے لئے مختلف انجمنوں (سوسائٹیوں) کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں ملکی تقسیم کے بعد لاہور میں بھی مندرجہ بالا شعبہ جات جاری رہے۔ لیبارٹریز اور اساتذہ کی کمی ایف سی اور دیال سنگھ کالجوں کی انتظامیہ کے تعاون سے پوری کی جاتی رہی۔ کالج میگزین "المنار" کا اجراء ہوا۔ لاہور میں چند سالہ قیام کے دوران نتائج اور کھیلوں کے میدان میں تعلیم الاسلام کالج پنجاب بھر میں منفرد مقام حاصل کر چکا تھا۔

وقت کے ملکی اور لاہور کے ناساز گار حالات کے باعث کالج انتظامیہ کی ساری توجہ ربوہ میں کالج کی عمارت کی تکمیل اور کالج منتقل کرنے کے معاملات پر مرکوز رہی۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں

ربوہ میں کالج کی شاندار عمارت آرٹس، فزکس، کیمسٹری اور بائی آلوجی کے ونگز پر مشتمل تھی۔ تمام شعبہ جات میں بی اے، اور بی ایس سی کی کلاسیں بڑی کامیابی سے جاری تھیں۔ البتہ شعبہ بائی آلوجی میں ایف ایس سی تک کلاسیں تھی بی ایس سی میں باٹنی اور زوآلوجی کی کلاسیں شروع کرنے میں اساتذہ کی کمی کا مسئلہ ۱۹۶۳ تک رہا۔ بائی آلوجی لیبارٹری میں بیس تیس اعلیٰ کوالٹی کی قیمتی لیئٹز برانڈ کی مختلف اقسام کی خوردبینیں، وسیع عجائب گھر، پروفیسر روم اور لیکچر تھیئٹر مہیا تھا۔ لیبارٹری سٹاف میں مکرم مطیع اللہ خان صاحب، محمد شریف احمد نگری مرحوم اور لعل دین مرحوم اور مجید احمد جیسے مستقل مستعد کارکن تھے۔ لاہور میں محمود احمد صاحب حیدر آبادی بائی آلوجی پڑھاتے رہے۔

شعبہ بائی آلوجی میں مشکلات

۵۵۔۱۹۵۴ ربوہ منتقلی کے بعد بائی آلوجی کے شعبے میں کالج پراسپیکٹس میں صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد کا نام پروفیسر کے طور پر درج تھا، مرحوم ڈاکٹر صاحب اور مکرم ڈاکٹر عبدالشکور غنی صاحب (برادرِ خورد پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب، جو ایف ایس سی کا امتحان دے کر فارغ تھے) کچھ عرصہ بائی آلوجی کی کلاسیں لیتے رہے۔ جلد ہی مکرم شکور اسلم صاحب بی ایس سی اور ہائی سکول سے ماسٹر منظور احمد صاحب نے اس شعبہ کو کچھ عرصے تک سنبھالا دیا۔ ان کے بعد ۵۶۔۱۹۵۸ کے دوران مرحوم نصیر احمد بشیر صاحب ایم ایس سی زوآلوجی (گولڈ میڈلسٹ) شعبہ کے انچارج بنے۔ ان کے جانے کے بعد پھر مسئلہ ہوا، تو ۱۹۵۹ء میں مکرم پروفیسر رفیق احمد صاحب ثاقب (ایم ایس سی آنرز کیمسٹری) کو شعبہ بائی آلوجی کا ہیڈ مقرر کیا گیا، موصوف کے لئے بائی آلوجی کا مضمون نیا تھا۔ مگر ثاقب صاحب نے بڑی ہمت اور جانفشانی سے شعبہ کو چلایا۔ اکثر ثاقب صاحب کی مدد کے لئے مکرم مرزا منظور احمد صاحب پروفیسر بائی آلوجی گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد موسمِ سرما کی چھٹیوں میں ربوہ آتے۔ عام دنوں میں ثاقب صاحب بڑی ہمت سے ادھر اُدھر سے (کمانڈر لطیف صاحب فیصل آباد وغیرہ سے) مدد لے کر شعبہ کو چلاتے رہے، اور ساتھ خود بھی ایف ایس سی بائی آلوجی کے امتحان کی تیاری کرتے رہے، اور امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کر لیا۔

ان کوششوں کے ساتھ ساتھ بزرگان کی دعائیں بھی تھیں۔ جب ثاقب صاحب نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے دعا کی درخواست کی اور راہنمائی چاہی تو میاں صاحب نے دعا کا وعدہ کیا اور یہ کہہ کر ہمت بندھائی:

"فکر نہ کریں، آپ کا اس مضمون میں ذہنی لیول اور سٹوڈنٹس کا لیول ایک ہے۔ آپ ان کی مشکلات کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکیں گے اور انہیں بہتر طریق پر سمجھا سکیں گے"۔

اس دوران مکرم عبدالشکور اسلم صاحب جو باٹنی اور زوآلوجی میں بی

ایس سی تھے کہیں اور ملازم تھے، ثاقب صاحب کے ساتھ آملے۔ دعاؤں اور دونوں کی سخت محنت کے صلے میں بائی آلوجی کے ۱۹۶۰ء میں نتائج نہایت شاندار رہے: کالج کے بائی آلوجی کے طلباء نے یونیورسٹی کے امتحان میں پہلی، تیسری اور چوتھی پوزیشنز حاصل کر کے ریکارڈ قائم کر دیا، اور اُس سال اللہ کے فضل سے چھ طلباء کو میڈیکل کالج میں داخلہ ملا، الحمدللہ۔ شکور اسلم صاحب ایم ایس سی کرنے کے بعد کراچی یونیورسٹی چلے گئے۔

۱۹۶۱ء میں شعبہ بائی آلوجی میں بی ایس سی کی کلاسیں شروع ہوئیں۔ سید حبیب الرحمٰن صاحب ایم ایس سی باٹنی اور سید مقبول احمد صاحب ایم اس سی زوآلوجی شعبہ میں شامل ہوئے۔

۱۹۶۲ء میں شکور صاحب ایم ایس سی کر کے واپس آئے اور مقبول صاحب چلے گئے۔ ستمبر ۱۹۶۳ء میں خاکسار (محمد شریف خان) نے ایم ایس سی، زوآلوجی کرنے کے بعد نظارت تعلیم میں حاضری دی، اور کالج میں لیکچرر زوآلوجی تعینات ہوا۔ اور اس طرح پہلی بار شعبہ بائی آلوجی میں باٹنی کے دو اور زوآلوجی میں ایک پروفیسر کے ہونے سے سٹاف مکمل ہوا۔

پنجاب یونیورسٹی کی انسپکشن ٹیم کی کالج میں آمد

۱۹۶۴ء میں ڈاکٹر مظفر احمد صاحب صدر شعبہ زوآلوجی پنجاب یونیورسٹی، کالج کے شعبہ بائی آلوجی میں بی ایس سی کلاسوں کے لئے مہیا سہولتوں کے معاینہ (Inspection) کے سلسلے میں تشریف لائے، موصوف یونیورسٹی میں میرے پروفیسر اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ تھے۔ میں نے جو کالج میں اپنا ریسرچ سیٹ اپ بنایا تھا، اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "تم نے تو جنگل میں منگل بنا دیا ہے"۔ ان ریمارکس کا پس منظر یہ تھا:

ایم ایس سی فائنل میں میری فرسٹ پوزیشن تھی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے مجھے دفتر میں بلایا، اور مبارک باد دی اور پوچھا تمہارا اب کیا ارادہ ہے۔ انہیں پتہ تھا میں احمدی ہوں۔ میں نے بتایا میں واقفِ زندگی ہوں، جماعت کی طرف سے ہدایت ہے میں ایم ایس سی کے بعد تعلیم الاسلام کالج کا حصہ بنوں۔ کہنے لگے "ربوہ، جہاں سوکھی پہاڑیوں کے سوا کچھ نہیں، نہ کوئی لیبارٹری اور لائبریری، وہاں جاکر اپنے آپ کو ضائع کر دو گے۔ میرے پاس ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر کی جگہ خالی ہے، اگر کہتے ہو تمہارا نام یونیورسٹی کو ریکومنڈ کر کے بھیج دیتا ہوں، یہاں رہو گے ریسرچ کے مواقع ہیں، ایک سال میں وظیفہ پر باہر جاکر پی ایچ ڈی کر آؤ گے"۔ خود ڈاکٹر موصوف کا ریسرچ میں ایک نام تھا، انہیں مجھے ربوہ میں ریسرچ میں مشغول دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا۔ ڈاکٹر صاحب" پاکستان جرنل آف زوآلوجی" کے ایڈیٹر تھے، جس میں میرے اس وقت تک ایک دو مقالے چھپ چکے تھے۔ موصوف اکثر اپنے شاگردوں کو میری مثال دے کر ریسرچ کے لئے مستعد کرتے رہتے تھے۔

اپنے وقف کے عہد سے وفا کی برکت سے مجھے اسی ربوہ شہر میں رہ کر جسے میرے فاضل استاد بے آب و گیاہ کہتے تھے، ایک ایسے اہم فیلڈ میں ریسرچ کرنے کا موقعہ ملا جس میں پاکستان بھر میں کوئی ریسرچ کا ریکارڈ نہیں تھا۔ اور مجھے وہ سب کچھ مہیا کر دیا جس کی مجھے ضرورت تھی۔ الحمدللہ

جب ۱۹۶۵ء میں شکور اسلم صاحب سیرالیون جماعت کے کسی ادارے میں پڑھانے چلے گئے، تو پروفیسر صادق علی صاحب پشاور یونیورسٹی سے ایم ایس سی باٹنی کر کے شعبہ بائی آلوجی میں متعین ہوئے۔

۱۹۷۴ء - نیشنلائزیشن کے وقت ہم تینوں (حبیب الرحمٰن، محمد شریف خان اور چوہدری صادق علی) شعبے کو چلا رہے تھے۔ حبیب صاحب جلد ہی شیخوپورہ ٹرانسفر ہو گئے، جبکہ خاکسار ستمبر ۱۹۹۹ء میں ریٹائر ہو کر امریکہ میں بچوں کے پاس آ گیا اور صادق صاحب ریٹائرمنٹ کی زندگی آسٹریلیا میں گزار رہے تھے کہ کچھ سال ہوئے انتقال کر گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بائی آلوجی سوسائٹی

تعلیم الاسلام کالج پاکستان کا وہ واحد تعلیمی ادارہ تھا جہاں ہر طریق سے طلباء میں خود اعتمادی اور علم سے شغف پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ کالج میں الیکشن کمشن مقرر تھا جو الیکشن کی تواریخ کا اعلان کرتا، اور ساری سرگرمیوں پر نظر رکھتا، شکایات کا فوری ازالہ کرتا۔ چنانچہ کالج یونین (قائدِ اعظم سوسائٹی) جس کے انتخابات اور سرگرمیوں میں بلا تمیز سال و مضمون کالج کا ہر طالب علم حصہ لے سکتا تھا۔ اس کے علاوہ ہر مضمون کی اپنی سوسائٹی تھی، کالج میں سالانہ داخلوں کے معاً بعد تاریخوں کا

اعلان ہو جاتا، اور اساتذہ سے الیکشن کمشنر مقرر ہوتے۔ شریفانہ دھوم دھام سے الیکشن ہوتے، انتخابی تقاریر میں امیدواران اپنا منشور پیش کرتے۔ ہر طالب علم کو ووٹ کا حق تھا۔ووٹنگ اساتذہ کی نگرانی میں ہوتی۔ امیدواران کی موجودگی میں ووٹ کاؤنٹ ہوتے۔ بغیر کسی اختلاف کے سارا سال سوسائٹیاں کام کرتیں اور طلباء غیر نصابی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لینے کے ساتھ نصابی سرگرمیوں میں دلجمعی سے حصہ لیتے۔ بورڈ اور یونیورسٹی کے امتحانات میں کالج کے نتائج اردگرد کے کالجوں سے کئی فیصد اچھے رہتے۔

کالج میں انتخابات کس نہج پر ہوتے بائی آلوجی سوسائٹی کی مثال سے واضح کرتا ہوں: جوں ہی نئے آنے والے فرسٹ ایئر کے طلباء کالج کے ماحول میں سیٹل ہو جاتے، الیکشن کمشن انتخاب کی تاریخ کا اعلان کر دیتا۔ سوسائٹی کا صدر اور نائب صدر فورتھ اور تھرڈ ایئر سے جبکہ سیکریٹری اور نائب سیکریٹری کے سیکنڈ اور فرسٹ ایئر سے نام طلب کئے جاتے۔ مجلس کے ماہانہ اجلاسات میں طلباء ذوق و شوق سے بائی آلوجی سے متعلق موضوعات پر مضامین پیش کرتے، اچھے معلوماتی مقالات کالج میگزین المنار میں راہ پاتے۔ ہر ہفتہ پندرہ دن میں دریا کی سیر ہوتی، جہاں کشتی رانی۔اور سوسائٹی کے اجلاس کے علاوہ طلباء دریا کے کناروں کے ساتھ ساتھ لمبی سیر کے دوران جانور اور پودے اکٹھے کرکے لاتے جو کالج کے میوزیم کی زینت بنتے۔

سال کے دوران موسمِ بہار کی چھٹیوں میں نسبتاً نزدیک کے علاقوں: مری، سون سکیسر ویلی وغیرہ، جبکہ موسمِ گرما کی چھٹیوں میں دور افتادہ شمالی پہاڑی علاقوں: سوات، کاغان وغیرہ کا ہفتے، دو ہفتے کے لئے بائی آلوجی سوسائٹی کے زیرِ انتظام جنگلی حیات کے مطالعہ کے سلسلے میں کسی استاد کی نگرانی میں سالانہ تعلیمی سفر ہوتا، جس کا آدھا خرچ کالج برداشت کرتا، باقی طالب علم۔ان سفروں کے دوران اکٹھے کئے گئے جانور، کالج بائی آلوجی میوزیم اور ہربیریم (Herbarium) کا حصہ بنتے۔ان کوششوں کے باعث کالج کا میوزیم علاقے کے تمام کالجوں سے بڑا اور مترتب تھا۔

تعلیم الاسلام کالج نیو کیمپس
تاریخی پس منظر

۲۸ مئی ۱۹۰۳ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے کالج میں اپ گریڈ ہونے کے دن افتتاحی تقریب کا انعقاد ہوا، نواب محمد علی خان صاحبؓ ڈائریکٹر کالج کمیٹی نے اپنے خطاب میں فرمایا "خدا کی ذات سے بڑی امید ہے کہ یہ کالج بہت جلد ایک یونیورسٹی ہو گا اور اس احمدی جماعت کے لئے ایک مفید دارالعلوم ثابت ہو گا۔ یہ کالج خدا کے فضل سے چلے گا اور خدا کے صادق بندے مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں سے نشوونما پائے گا"۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ نے ۴ جون ۱۹۴۴ء کو تعلیم الاسلام کالج کے قادیان میں دوبارہ اجراء کی افتتاحی تقریب کے موقع پر خطاب کے آخر میں فرمایا:

"اب میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیک خواہشات کو پورا فرمائے۔اور یہ بیج جو آج اس مقام پر ہم بو رہے ہیں اس سے ایک دن ایسا درخت پیدا ہو جس کی ایک ایک ٹہنی ایک بڑی یونیورسٹی ہو، اور ایک ایک پتہ کالج بن جائے۔اور ایک ایک پھول اشاعت اسلام اور اور تبلیغِ دین کی ایک اعلیٰ درجہ کی بنیاد ہو جس کے ذریعہ کفر اور بدعت دنیا سے مٹ جائے اور اسلام اور احمدیت کی صداقت اور خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی وحدانیت کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ آمین ثم آمین"۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۶/ جون ۱۹۵۳ء کی شام لاہور سے تشریف لا کر ربوہ میں کالج اور ہوسٹل کی عمارات کا سنگِ بنیاد رکھا۔اور ربوہ میں کالج کے افتتاح کے موقعہ پر ۶/ دسمبر ۱۹۵۴ء کو اپنے ولولہ انگیز خطاب کے آخر میں حضور نے دعا کروائی:

"اللہ تعالیٰ اس کالج کو اس مقصد کو پورا کرنے والا بنائے جس کے لئے اسے قائم کیا گیا ہے اور اس کے طالبعلم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہوں جو لوگوں کو آپؐ کا صحیح چہرہ دکھانے میں کامیاب ہوں"۔

ان دعاؤں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کالج ربوہ میں ترقیات کی منازل طے کرتا ہوا پوسٹ گریجوایٹ کے درجے تک پہنچا اور ایم اے عربی کی کلاسیں جاری ہوئیں۔جب ۶۲ ۔۱۹۶۱ء میں محکمانہ طور پر ڈگری اور

انٹر میڈیٹ کلاسوں کو الگ کرنے کی تجویز ہوئی۔ کالج کی عمارت پہلے ہی انٹر اور ڈگری کلاسوں کے لئے چھوٹی پڑ رہی تھی، چہ جائیکہ پوسٹ گریجوایٹ کلاسوں کی متحمل ہو سکتی۔ کالج کی غربی جانب تقریباً ایک میل دور دریا کے کنارے زمین کے ایک وسیع قطعے پر پوسٹ گریجوایٹ کیمپس (یونیورسٹی) کی تعمیر شروع ہوئی۔ جہاں فزکس ونگ کی تیاری کے ساتھ ہی ایم ایس سی کی کلاسوں کا آغاز ہوا۔ کیمسٹری ونگ تقریباً مکمل تھا، ضروری فٹنگ کا انتظام کیا جارہا تھا۔ باٹنی، زوآلوجی ونگز کی چھتیں مکمل تھیں پارٹیشن کی تعمیر شروع ہوا ہی چاہتی تھی کہ ۱۹۷۳ء میں نیشنلائیزنگ کے عفریت نے پاکستان کے تعلیمی نظام پر اپنے خونی پنجے گاڑ لیے، اور سب تعلیمی توسیع کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ بُرا ہو غلط سوچ اور تعصب کا۔ عدم توجہی کی وجہ سے یہ عظیم عمارت آہستہ آہستہ شکست وریخت کا شکار ہو رہی ہے۔

ربوہ اور پاکستان بھر میں نئے تعلیم الاسلام تعلیمی ادارے

خدائی تحریکات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عجیب سلوک دیکھا گیا ہے۔ جب کوئی منصوبہ دعاؤں کے ساتھ شروع کیا جاتا ہے، دنیاوی روکوں کے باوجود نئے عصری تقاضوں کے مطابق وہی منصوبہ نئی ترقیات کے ساتھ جاری و ساری رہتا ہے۔ آج سے ۳۰۔۳۲ سال پہلے ربوہ میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے فقط ایک ایک ہائی سکول اور کالج تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ میں ۱۱ سکول لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ۲ کالج، ایک کامرس ڈگری کالج اور مدرسۃ الحافظ قائم ہیں۔ ان اداروں میں ڈبل شفٹ جاری ہے: صبح کی شفٹ لڑکیوں اور شام کی شفٹ لڑکوں کے لئے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ سے باہر مختلف علاقوں میں ۲۲ سکول طلباء کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں۔

وہ دعائیں اور زاریاں جو مدرسہ تعلیم الاسلام کے قیام کے وقت ۲۸ مئی ۱۹۰۳ء کو قادیان میں کی گئیں ان کی روشنی مسلسل جماعت کی رہنمائی کر رہی ہے۔ نبّاضِ وقت حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کو علومِ جدیدہ کے حاصل کرنے کی نہ صرف تاکید فرمائی بلکہ ان علماء کی اس فاش غلطی کہ علوم جدیدیہ کو حاصل کرنا خلافِ اسلام اور گمراہی کی جڑ ہے کے خلاف مسلمانوں کو جھنجوڑا۔ اور توجہ دلائی کہ اس خطرناک خیال نے کس طرح مسلمانوں کو ہندورستان میں بسنے والی دوسری اقوام کے مقابل ترقی کی دوڑ میں پیچھے رکھا ہے۔ حضور نے اسوقت بالخصوص احمدیوں کو علومِ جدیدہ حاصل کرنے کی مندرجہ ذیل پر زور الفاظ میں تاکید فرمائی:۔

"میں ان مسلمانوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علومِ جدیدہ کے مخالف ہیں۔ وہ در اصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علومِ جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بد ظن کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ کیونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علومِ جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے"۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۳)

اب اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نتائج دیکھنے کا وہ سنہری دور آگیا ہے جس کے دوران حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے قائم کردہ "مدرسہ تعلیم الاسلام" کی روشنی برِ صغیر پاک وہند سے نکل کر نائیجیریا، سیرالیون اور گھانا وغیرہ میں ضوفشاں ہے۔ اللّٰھم زدفزد۔

جماعت احمدیہ کی صداقت تعلیم الاسلام کالج

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام ذکر اور فکر کے بارہ میں فرماتے ہیں: قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اسکی قدرتوں میں فکر کرتے ہیں ذکر اور فکر ہر دو عبادت میں شامل ہیں فکر کے ساتھ شکر گزاری کا مادہ بڑھتا ہے انسان سوچے اور غور کرے کہ زمین اور آسمان۔ ہوا اور بادل۔ سورج اور چاند۔ ستارے اور سیارے سب انسان کے فائدے کے واسطے خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں فکر معرفت کو بڑھاتا ہے (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۳۲۱)

ڈھونڈو اگر خدا کو، خدا لے کے جاؤ گے

حافظ سمیع اللہ چوہدری، نارتھ جرسی، امریکہ

حسرت یا نیکیوں کی جزا لے کے جاؤ گے
تم اِجتماع سے دوستو کیا لے کے جاؤ گے

ہر نیک و بد عمل کا اجر ہے نصیب میں
گر با وفا بنو تو وفا لے کے جاؤ گے

حرِص و ہوا کو چھوڑ دو گر دین کے لئے
رکھو یقین فضلِ خدا لے کے جاؤ گے

تاثیر دیکھ لو گے دعاؤں کی ایک دن
ہر جُستجو، لگن کا صِلہ لے کے جاؤ گے

سبقت جو نیکیوں میں کرو گے تو دیکھنا
حُسنِ عمل، خدا کی رضا لے کے جاؤ گے

کوئی مرض بھی لا دوا ہوتا نہیں کبھی
چاہے اگر خدا تو شِفا لے کے جاؤ گے

صِدق و خلوص سے ہوں فِدا دین پر اگر
بے پایاں رحمتوں کی گھٹا لے کے جاؤ گے

سچی لگن سے یادِ خدا میں رہو مگن
ڈھونڈو اگر خدا کو، خدا لے کے جاؤ گے

ہر لمحہ جب لبوں پہ درود و سلام ہو
حُبِ رسولؐ عشقِ خدا لے کے جاؤ گے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے امریکہ کے دورے کے دوران مسجد مسرور، ورجینیا، کا افتتاح فرمایا۔